عمبر ناگ ماریا
موت کا تعاقب (حصہ ۳۳)
PDFBOOKSFREE.PK
مظہر کلیم ایم اے

فہرست :

سنو پیارے بچو!

ناگ کیوشو شہر کا وزیر اعلیٰ بن گیا ہے۔ اس نے ماریا کو بھی ساتھ رکھا ہے۔ وہ عنبر کا انتظار کر رہے ہیں۔ عنبر جہاز کے غرق ہو جانے سے ایک تختے پر بیٹھا سمندر میں سفر کر رہا ہے۔ وہ ملک برما پہنچ جاتا ہے۔ یہاں کا راجہ بدھ دوت کے ماننے والوں پر بہت ظلم کرتا ہے۔ ایک خونی بن مانس نمودا ہوتا ہے۔ جو انسانوں کا خون پی کر زندہ رہتا ہے۔

عنبر کا اس خونی بن مانس سے خوفناک مقابلہ ہوتا ہے۔ عنبر بن مانس کو ہلاک کرنے کے بعد وہاں سے واپس ناگ اور ماریا کی تلاش میں روانہ ہوتا ہے۔

وہیل کے پیٹ میں

سمندر میں عنبر نے دوسری بار پہاڑ کو ابھرتے دیکھا۔

اس کا خیال تھا کہ یہ کسی غیر آباد جزیرے کا ساحل ہے۔ اس قسم کے جزیرے ان سمندروں میں عام پھیلے ہوئے تھے اور وہ وہاں اس سے پہلے بھی ایسے جزیروں میں جا چکا تھا۔ لکڑی کے تختے پر بیٹھا وہ بڑے شوق سے ساحل کے پہاڑ کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن ایک بار جو اس نے دیکھا تو پہاڑ غائب تھا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ پہاڑ کہاں چلا گیا؟ ابھی ایک پل ہوا کہ ایک سیاہ کالا پہاڑ دکھائی دے رہا تھا اور اب کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دور تک سمندر ہی سمندر ہے۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سمندر کی لہروں پر وہی سیاہ پہاڑ نمودار ہوا۔

پہاڑ قریب آ رہا تھا۔ عنبر کانپ گیا۔ یہ پہاڑ نہیں بلکہ ایک بہت بڑی وہیل مچھلی تھی۔ یہ خوفناک مچھلی سمندر میں ڈبکی لگاتی اور کبھی باہر نکل آتی۔ ایک بار اس نے گہرا سانس چھوڑا تو اس کے سر سے پانی کا ایک فوارہ سا چھوٹ پڑا۔ مصیبت یہ تھی کہ وہیل مچھلی کا رخ اسی طرف تھا جس طرف عنبر تختے پر پڑا بہا چلا آ رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عنبر مر نہیں سکتا تھا۔ مگر آخر وہ انسان تھا۔ ایک بار تو موت کو سامنے دیکھ کر وہ کانپ اٹھتا تھا۔ اس کے بعد اسے موت کا کوئی خوف نہیں رہتا تھا۔ یہی حالت اس کی پہلی بار وہیل مچھلی کو دیکھ ہوئی۔

وہیل اس کے قریب آ رہی تھی۔ اب عنبر کو کوئی خوف نہیں رہا تھا۔ ہاں اسے یہ ضرور خیال تھا کہ وہیل سے مقابلہ ہوگا اور وہ اس کی راہ میں خواہ مخواہ رکاوٹ ڈالے گی۔ عنبر کوشش کرنے لگا کہ وہ وہیل مچھلی سے دور ہٹ جائے۔ اس نے ہاتھ پانی میں ڈال کر چپوؤں کی طرح ہلاتے

ہوئے تختے کو دور لے جانا شروع کر دیا۔تختہ تھوڑی دور ہوا اور سمندر کی لہروں نے اسے پھر وہیں لا کھڑا کیا۔اب ویل سمندر میں ڈبکی لگاتی عنبر کے بہت قریب آ گئی تھی۔اگرچہ ویل کی آنکھ چھوٹی ہے لیکن وہ سمندر مین بڑی دور تک دیکھ لیتی ہے۔ویل مچھلی نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔

وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ ایک شکاری کشتی میں سوار اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ویل مچھلی نے عنبر پر حملہ کرنے کا پکا ارادہ کر رکھا تھا۔یہی وجہ ہے کہ وہ اس کی طرف طوفان میل کی طرح بڑھتی چلی آ رہی تھی۔عنبر کے پاس بچاؤ کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ اس کے راستے سے جس قدر دور ہٹ سکتا ہے ہٹ جائے اس کی وہ سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔مگر سمندر کی لہریں اس کی راہ میں رکاوٹ ڈال رہی تھیں۔

دوسرے ویل مچھلی کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔آخر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔

ویل نے عنبر کے بالکل سامنے آ کر لکڑی کے تختے کو ٹکر مارنے کی کوشش کی۔وہ اپنے ہی زور میں آگے نکل گئی۔اس کے اچھلنے کی وجہ سے سمندر میں بڑے زور کا طوفان سا اٹھا۔ایک بڑی لہر کی وجہ سے سمندر کے نیچے نیچے سے ہو کر اس کے سامنے آ گئی تھی۔ویل نے ایک بار پھر تختے کو زور سے ٹکر ماری۔تختہ گیند کی طرح اچھل کر عنبر سمیت سمندر میں دور جا گرا۔تختے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔عنبر سمندر میں گر پڑا۔اس نے پانی مین تیرنا شروع کر دیا۔وہ سمجھ رہا تھا کہ ویل مچھلی سے بچ گیا ہے۔مگر ویل تو عنبر کو ختم کرنے کا پکا ارادہ کر چکی تھی۔وہ عنبر کی طرف منہ کھول کر بڑھی۔

عنبر نے دیکھا کہ ویل دور سے منہ پورے کا پورا کھولے اس کی طرف

چلی آرہی ہے۔اس کا منہ ایک کالے غار کی طرح کھلا تھا۔وہ سانس اندر کی طرف کھینچ رہی تھی جس کی وجہ سے سمندر کا پانی بڑی تیزی سے اندر کی طرف جا رہا تھا۔عنبر نے بڑا بچاؤ کیا مگر وہ پانی کے دھارے میں بہتا ہوا ویل مچھلی کی طرف جانے لگا۔آخر وہ پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ بہتا ہوا ویل کے منہ میں داخل ہو گیا۔

ویل کو پورا کھلا منہ ایک بہت بڑے غار کی مانند تھا جس کی چھت اور فرش کے کناروں پر سفید دانتوں کی سلاخیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔عنبر نے ویل مچھلی کے دانت پکڑ کر وہاں رکنے کی کوشش کی مگر پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا وہ رک نہ سکا۔

سمندر کا تیز پانی آبشار کی طرح عنبر کو اپنے ساتھ ویل مچھلی کے پیٹ میں بہا لے گیا۔عنبر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی اندھیرے کنوئیں میں نیچے اتر رہا ہے یہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے کہیں سے روشنی کی ایک

کرن بھی نہیں آرہی تھی۔عنبر ویل مچھلی کی زبان پر سے پھسلتا ہوا اس کے گلے میں سے ہو کر معدے میں اتر گیا۔اس کے پاؤں نرم نرم گدیلے سے ٹکرائے۔یہ ویل مچھلی کر معدے کا فرش تھا۔ویل مچھلی نے عنبر کو ہڑپ کرنے کے بعد منہ بند کر لیا تھا۔اب اس کے منہ کے اندر سمندر کا پانی داخل نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر کے لیے یہ زندگی کا ایک عجیب وغریب تجربہ تھا اس نے بڑی بڑی مصیبتیں دیکھی تھیں مگر یہ مصیبت وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

ویل مچھلی کے پیٹ میں جا کر عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کا سانس رک رہا ہے۔عنبر کا سانس اگر بند بھی ہو جاتا تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔لیکن سانس رکنے کا شدید احساس اسے ہو رہا تھا۔اسے تیز قسم کے تیزاب کی بو اپنے نتھنوں میں گھستی محسوس ہو رہی تھی۔

ویل مچھلی کے پیٹ میں سمندر کا پانی بھرا تھا جس میں مچھلیاں تیر رہی

تھیں۔ عنبر اچھی طرح جانتا تھا کہ ویل اپنی طرف اسے ہڑپ کر کے ہضم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن عنبر ہضم نہیں ہو رہا تھا ویل مچھلی اپنے پیٹ میں درد محسوس کرنے لگی۔ جس طرح ہمارے معدے میں کھانا ہضم نہ ہو تو ہم درد محسوس کرنے لگتے ہیں۔

ویل مچھلی بڑی حیران تھی کہ یہ کیسا آدمی ہے کہ اس کے معدے میں جا کر ہضم ہونے کو نام تک نہیں لیتا۔ اس نے سمندر میں بہت الٹ پلٹ کیا۔ بڑی قلابازیاں لگائیں۔ عنبر معدے کے اندر غوطے کھاتا رہا مگر ہضم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ویل کے پیٹ میں عنبر کے پڑے رہنے سے درد بڑھ گیا۔ ویل اب کوشش کرنے لگی کہ کسی طرح جزیرے کے ساحل پر جا کر ریت پر لوٹ پوٹ ہو اور انسان کو ہضم کرے۔ کیوں کہ اب وہ عنبر کو پیٹ سے باہر نہیں نکال سکتی تھی۔

ویل کو معلوم تھا کہ اندر خشکی کتنی دور اور کہاں ہے چنانچہ ویل مچھلی نے

اپنے اندازے کے مطابق خشکی کی طرف سفر کرنا شروع کر دیا پیٹ کے درد نے اسے بدحال کر دیا تھا وہ بجلی ایسی تیزی کے ساتھ خشکی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ اگر عنبر تختے پر سفر کر رہا ہوتا تو کبھی جزیرے پر نہ پہنچ سکتا۔ لیکن ویل مچھلی اپنی چھٹی حس سے کام لے کر بالکل ٹھیک سمت میں خشکی کی طرف جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی ایک غیر آباد جزیرے کا ساحل دکھائی دینا شروع ہو گیا۔

اس جزیرے کے ساحل پر ناریل اور تاڑ کے جھنڈ دور تک چلے گئے تھے۔ ویل مچھلی کا درد کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے لپکتی ہوئی جزیرے کے ساحل پہنچی اور آتے ہی اس نے ساحل کی ریت پر لوٹ پوٹ ہونا شروع کر دیا۔

ویل کے پیٹ میں عنبر نے قلابازیاں کھانا شروع کر دیں مچھلی سمندر

کے اندر کیا کر رہی ہے۔ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ ویل مچھلی
جزیرے کی زمین پر پہنچ کر لوٹ پوٹ ہو کر اسے ہضم کرنے کی کوشش
کر رہی ہے۔

ویل ناکام ہو گئی پیٹ کے درد میں اضافہ ہو گیا۔ عنبر اگر ہضم ہو جاتا تو
ویل کے پیٹ میں سکون آجاتا۔ مگر اب یہ ہو رہا تھا کہ عنبر کے پاؤں
اور ہاتھ ویل کے پیٹ کی دیواروں سے بار بار ٹکرا کر درد کی ٹیسیں پیدا
کر رہے تھے۔ ویل گھبرا گئی اور درد سے پریشان ہو گئی۔ ویل کے
پیٹ میں عنبر بھی پریشان ہو گیا۔ اس نے اسی الٹ پھیر میں اپنی جیب
میں ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی ہے نہیں۔ بہت
جلد اس کا ہاتھ ایک خنجر سے ٹکرایا۔ یہ خنجر عنبر نے کسی خاص اور نازک
موقع کے لیے رکھا ہوا تھا۔

وہ خاص اور نازک موقع آ گیا تھا۔ اس نے خنجر ہاتھ میں تھام کر ویل

کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ویل تڑپ اٹھی اور اس نے سمندر میں
چھلانگ لگا دی۔

عنبر نے ویل کے پیٹ کی دیوار کو ایک طرف سے چیرنا شروع کر
دیا۔ وہ مچھلی کے پیٹ سے کسی نہ کسی طرح باہر نکلنا چاہتا تھا۔
اس نے پوری طاقت لگا کر خنجر کو ویل کے پیٹ میں دوسری بار گھونپ
کر پیٹ کی دیوار کو اوپر سے نیچے تک چیر ڈالا۔ ویل کی کھال بڑی مو
ٹی تھی۔ تیسری بار اسی جگہ خنجر مار کر چیرنے کے بعد ویل کا پیٹ پھٹ
گیا اور سمندر میں اس کر خون کی ندی بہہ نکلی وہ تڑپ کر اوپر کو اٹھ آتی
عنبر اس کے پیٹ کو چیر بیٹھا تھا۔

ویل کے پیٹ کی دیوار شق ہوتے ہی سمندر کا پانی اندر آنا شروع ہو گیا
عنبر اچھل کر ویل کے پیٹ سے باہر سمندر میں آ گیا۔ سمندر کی لہروں
نے اسے سمندر کے اوپر لا پھینکا۔ عنبر کا خیال تھا کہ وہ سمندر کے عین

بیچ میں ہوگا مگر جب وہ سمندر کی سطح پر ابھرا تو تھوڑے فاصلے پر زمین کا ساحل اور ناریل کے درختوں کے جھنڈ دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ نہ صرف وہ وہیل مچھلی کی مصیبت سے چھوٹا' بلکہ سمندر کا سفر بھی ختم ہوا۔

وہ سمندر کی لہروں پر تیرتا ہوا جزیرے کے ساحل پر آ گیا۔

وہ بے حد تھک گیا تھا؛ چنانچہ اس نے ساحل کی ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر پاؤں پھیلا دیے۔ وہیل مچھلی کے پیٹ میں قلابازیاں کھا کھا کر اس کا انگ انگ ٹوٹ رہا تھا۔ اسے ایک دم نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ وہ کافی دیر تک سوتا رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج مغرب کی طرف سمندر میں غروب ہو رہا تھا۔

جزیرے پر شام چھا رہی تھی۔ درختوں کے جھنڈوں کے ساتھ رات کا پہلا اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ اٹھ کر ناریل

کے درختوں کی سیر بھی کر لے اور یہ بھی معلوم کرے کہ اس جزیرے میں کون سے لوگ آباد ہیں۔ وہ اٹھ کر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سامنے اسے ایک دلدل نظر آئی۔ وہاں سے زمین بلبلے سے کھا رہی۔ یہ ایک بے حد خطرناک دلدل تھی جس میں اگر ہاتھی بھی گر جاتا باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ عنبر بڑا حیران ہوا کہ اس قسم کے خوب صورت منظر والے جزیرے میں یہ خوف ناک دلدل کہاں سے آ گئی؟ دلدل عام طور پر افریقہ کے جنوبی جنگلوں میں اس نے دیکھی تھیں؛ بہر حال اس نے جزیرے کی سیر کا ارادہ چھوڑ دیا۔

ویسے بھی اب رات سر پر آئی تھی۔ جزیرے کے جنگل میں تاریکی بڑھ رہی تھی۔ اندھیرے میں اسے ڈر تھا کہ خواہ مخواہ کسی دلدل میں نہ پھنس جائے۔ عنبر واپس سمندر کنارے کی ریت پر آ کر بیٹھ گیا۔ آتی دفعہ وہ درختوں کے نیچے پڑے کچھ ناریل اٹھا کر ساتھ لیتا آیا تھا۔ ان کو توڑ

کر اس نے پانی پیا اور گودا بڑے مزے سے کھایا۔ ویسے اسے عام انسانوں کی طرح ہی روزمرہ بھوک لگتی تھی۔ لیکن اگر وہ چاہے تو ساری زندگی کچھ کھائے پیے بغیر بسر کر سکتا تھا۔ بھوک اس کے اختیار میں تھی۔ بھوک پیاس اسے عام لوگوں کی طرح تنگ نہیں کرتی تھی۔

رات پڑتے ہی جزیرے میں سردی بڑھ گئی تھی۔ آسمان سے شبنم بھی گرنے لگی اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہوا بھی ٹھنڈی ہو گئی۔

عنبر نے اِدھر اُدھر سے کچھ خشک جھاڑیاں وغیرہ ایک جگہ جمع کیں اور دو پتھروں کو رگڑ کر ان میں آگ روشن کر دی۔ وہاں ایک آگ کا الاؤ سا لگ گیا۔ آگ کی گرمی نے عنبر کو بڑا سکون دیا۔ وہ بڑے مزے کے ساتھ الاؤ کے پاس ہی ریت پر لیٹ گیا۔ اب اسے سردی تنگ نہیں کرتی تھی۔ اصل میں عنبر کے ساتھ معاملہ یہ تھا کہ اسے بھی عام لوگوں کی طرح بھوک لگتی تھی، سردی لگتی تھی اور پیاس لگتی تھی، نیند آتی تھی۔

لیکن اس کے باوجود وہ ہر شے کے بغیر گزارہ کر سکتا تھا۔ ریت پر آگ کی ہلکی گرمائش نے عنبر پر غنودگی طاری کر دی۔ دیکھتے دیکھتے وہ گہری نیند سو گیا۔

رات آدھی گزر گئی تھی۔ سمندر کی لہریں بڑے سکون کے ساتھ ساحل کی ریت کا منہ دھلا کر واپس چلی جاتی تھیں۔ آسمان پر بیشمار ستارے چاندی کے زیوروں کی طرح چمک رہے تھے۔ سوائے سمندر کے شور کے وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ جزیرے کی طرف تو بے حد گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کسی پرندے کے بولنے کی بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔

عنبر بے خبر ہو کر ریت پر سو رہا تھا۔ وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ سمندر میں تختے پر تیرتے ہوئے اس نے ایک رات بھی آنکھ جھپک کر نہ دیکھی تھی پھر وہیل مچھلی کے پیٹ میں جا کر اسے بہت محنت کرنی پڑی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھا اور اس کے خراٹوں کی ہلکی ہلکی آواز پیدا ہو رہی تھی۔

ٹھیک اس وقت جزیرے کے جنگل میں سے دو لمبی تڑنگی عورتیں جھاڑیوں کو ادھر ادھر ہٹاتی باہر نکلیں۔ انہوں نے کاندھوں پر تیر کمان لٹکا رکھتے تھے۔ ان کے جسم شیر کی کھال سے لپٹے ہوئے تھے۔ بال لمبے لمبے تھے اور کھلے تھے۔ دونوں عورتیں جزیرے کی دیکھ بھال کو باہر نکلی تھیں۔ انہوں نے ساحل کر ساتھ ساتھ سیر کرتے ہوئے جب سمندر کر کنارے ایک جگہ دھیمی دھیمی آگ روشن دیکھی تو وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

ان کے کبھی وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ کہ جزیرے میں کوئی غیر آدمی بھی آئے گا۔ قریب آ کر انہوں نے عنبر کو گہری نیند سوئے ہوئے دیکھا تو حیرت سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

ایک نے دوسری کو اشارے سے کہا:

''یہ کون ہو سکتا ہے؟''

دوسری نے کہا:

''میرا خیال ہے کسی تباہ شدہ جہاز کا مسافر ہے۔''

''اسے بے ہوش کر کے لے چلو۔''

''ٹھیک ہے۔ اسے ہماری ملکہ غلام بنائے گی۔ وہ بڑی خوش ہو گی۔ اس کا رنگ بھی سفیدی مائل ہے۔ چاندرات کو شاید ملکہ اس کی قربانی دیوتاؤں کے آگے پیش کرے۔ کیونکہ بزرگوں سے سنا ہے کہ سفید فام کی قربانی سے بزرگوں کی روح بہت خوش ہوتی ہے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو۔ سوم رس مجھے دو۔''

عورت نے سوم رس کے دو قطرے ہاتھ پر مل کر اپنا ہاتھ عنبر کی ناک کے آگے کر دیا۔ پہلا سانس لیتے ہی عنبر بے ہوش چکا تھا۔ دونوں عورتوں نے عنبر کو شکار کیے ہوئے ہرن کی طرح کندھوں پر ڈالا اور اسے لے کر جنگل میں غائب ہو گئیں۔ یہ جنگل جزیرے کے وسط میں

جا کر ایک کھلی ہوئی جگہ پہنچتا تھا۔ جہاں درختوں کے اوپر بانس کی
چھتوں والی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان جھونپڑیوں کے ساتھ رسی
کی سیڑھیاں لٹک رہی تھیں۔ جونپڑی میں جانے کے لیے رسیوں کی
سیڑھیاں چڑھ کر جانا پڑتا تھا۔ ایک طرف ایک بہت ہی گنجان
درخت کے اوپر بڑی ہی خوب صورت جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ اس
جھونپڑی کی چھت سرخ چھال کی تھی اور بانس کی دیواروں پر جنگلی
پھولوں کی بیلیں چڑھائی ہوئی تھیں۔ یہ بڑی ہی خوب صورت
جھونپڑی تھی۔ یہ اس قبیلے کی ملکہ کی جھونپڑی تھی۔

یہ قبیلہ عورتوں کا ایک قبیلہ تھا جہاں مردوں کو داخل ہونے کی اجازت
نہیں تھی۔ اگر کسی عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو اسے اسی وقت سمندر
میں بہا دیا جاتا تھا۔ ملکہ کے حکم سے سال میں ایک بار عورتوں کی
شادی ہوتی تھی۔ ان کے خاوند ایک مہینہ جھونپڑیوں میں رہنے کے

بعد وہاں سے چلے جاتے تھے۔ جزیرے کے مغربی کنارے پر یہ
آدمی کھیتی باڑی کر کے مچھلیاں پکڑ کر گزارہ کرتے تھے۔

ان آدمیوں کو ہرگز ہرگز اجازت نہیں تھی کہ وہ عورتوں کی سلطنت میں
ان کی اجازت کے بغیر قدم رکھیں۔

یہ ساری کی ساری عورتیں چھ چھ سات سات فٹ کی اونچی لمبی اور
جوان عورتیں تھیں۔ یہ بڑی جنگ کرنے والی بہادر عورتیں تھیں۔
جنگل میں اکیلے تیر کمان سے شیر کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر اس کا
شکار کرتی تھیں جنگلی ریچھ کی گردن ایک مکہ مار توڑ دیتی تھیں۔
چھوٹے موٹے درخت کو ذرا سا زور لگا کر جڑ سے اکھاڑ پھینکتی تھیں۔

اس قبیلے کی مہارانی کا نام فولانی تھا۔ فولانی کا قد چھ فٹ سے زیادہ
تھا۔ دو خادمائیں اس کے پیچھے کھڑی اسے مور کے پروں کا پنکھا جھل
رہی تھیں۔ ملکہ فولانی نے نیچے جھانک کر دیکھا اور پوچھا:

"تم کس لیے یہاں آئی ہو؟ بیان کرو۔"

ناچتے ہوئے عورت نے رک کر ہاتھ جوڑے سر کو جھکایا اور کہا:

"مہارانی صاحبہ! آپ کو ایک خوش خبری سنانے کے لیے آئی ہوں۔"

"خوش خبری؟" ملکہ نے خوش ہو کر پوچھا۔ "جلدی بیان کرو کہ خوش خبری کون سی ہے؟"

ناچنے والی عورت نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی:

"مہارانی صاحبہ! آپ کو مبارک ہو جزیرے کے مشرقی ساحل کی طرف رات کو گشت کر رہی تھیں کہ ہمیں وہاں سفید فام آدمی مل گیا۔"

مہارانی خوشی سے اچھل پڑی:

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں ملکہ سلامت میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو ہمارے ساتھ ہماری جھونپڑی میں تشریف لے چلیں اور اپنی آنکھوں

سے ایک خوش شکل سفید نوجوان کو بے ہوش دیکھ لیں۔"

مہارانی نے کہا:

"شاباش" پھر تالی بجا کر کہا: "ان دونوں کو ہیرے جواہرات کے ہار دیے جائیں۔ سنو! تم دونوں ابھی یہاں سے اپنی جھونپڑی میں جاؤ اور جا کر اس سفید فام نوجوان کو لے محل میں پیش کرو۔"

"جو حکم ملکہ صاحبہ۔"

دونوں عورتیں سر جھکا کر واپس اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گئیں۔

اب ذرا عنبر کا بھی حال سنیں:

دن چڑھا تو عنبر کو ہوش آ گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ وہ ایک بانس کی چھت والی جھونپڑی میں ایک جگہ رسیوں سے جکڑا پڑا ہے۔

بڑا حیران ہوا کہ یا خدا یا ماجرا کیا ہے۔ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا؟

اس نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھا۔ جھونپڑے کی کھڑکی کھلی
تھی جس میں سے درخت کی شاخیں اندر آ رہی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ
جھونپڑی زمین سے کافی اونچی ہے؛ ورنہ درخت کی شاخیں اندر نہیں
آ سکتی تھیں۔

مگر سوال یہ تھا کہ اسے وہاں کون لے آیا ہے۔ اسے رسیوں سے کس
نے باندھا ہے؟ کیا وہ آدم خور وحشیوں کے قبضے میں آ گیا ہے؟ کیا
اسے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔؟ کیونکہ اگر وہ نیند کے عالم میں ہوتا تو
ضرور اس کی جاگ کھل جاتی۔ پھر اس کی نظر چھت کے ساتھ لٹکتے
ہوئے دو انسانوں کے سروں پر پڑی۔ یہ دشمنوں کے سر تھے جنہیں
سکھا دیا گیا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ وہ اس جنگل کے کسی وحشی قبیلے کی
جھونپڑی میں بند ہے اور اسے بے ہوش کر کے یہاں کسی خاص مقصد
کے لیے لایا گیا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں بانس کے

ایک ستون کے ساتھ کس کر باندھ دیے گئے تھے۔

اس نے رسی تڑانے کی کوشش کی مگر کم بختوں نے اتنی سختی سے اسے رسی
سے کس کر باندھا تھا کہ ہزار کوشش کے باوجود رسی کی ایک بھی گانٹھ نہ
کھول سکا۔ عنبر نے کوشش چھوڑ دی اور یہ سوچ کر چپ ہو رہا کہ دیکھنا
چاہیے۔ اس کے ساتھ آدم خور وحشی کیا سلوک کرتے ہیں۔ اسے پورا
پورا یقین تھا کہ وہ جنگل کے آدم خوروں کے قبضے میں آ چکا ہے۔ یہ تو
اس کے خیال و خواب میں بھی نہیں تھا۔ کہ اسے فولانی قبیلے کی آدم
دشمن عورتوں نے اپنے جال میں پھنسا لیا ہے۔

اتنے میں جھونپڑی کا دروازہ کھلا۔ عنبر نے دیکھا کہ دو لمبی چوڑی
عورتیں کندھوں پر تیر کمان لٹکائے۔ جسم کے گرد شیروں کی کھال
لپیٹے اندر آ کر اس کے سر کے اوپر کھڑی ہو گئیں۔ دونوں بڑی گہری
نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

ایک نے دوسری سے کہا:

"اسے بے ہوش کر کے لے جایا جانا چاہیے۔"

دوسری بولی:

"یہ ہمارے لیے بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم ایک معمولی سے مرد سے گھبرا جائیں اور اسے بھی اپنے قابو میں نہ کر سکیں"

پہلی بولی:

"تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ ہم اسے بے ہوش نہیں کریں گی۔ صرف گلے میں رسی ڈال کر اسے گھسیٹ کر ملکہ فولانی کے دربار میں لے چلیں گی۔"

دوسری نے کہا:

"اگر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو تیر مار کر اس کا سارا بدن چھلنی کر دیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے چلو۔"

عنبر ان دونوں کی باتیں سمجھ رہا تھا؛ حالانکہ یہ ایک زبردست پرانی زبان تھی اور سوائے ان لوگوں کے اور کوئی ان کی زبان نہیں سمجھ سکتا تھا۔

دونوں عورتوں کو بھی یقین تھا کہ عنبر ان کی زبان سے ناواقف ہے۔ اسی لیے وہ آپس میں بڑی کھل کر باتیں کر رہی تھیں۔ عنبر نے پہلے تو خیال کیا کہ اپنی خاص قوت سے کام لے کر رسی توڑ کر آزاد ہو جائے۔ مگر پھر اس نے سوچا کہ آزاد ہو کر وہ کہاں جائے گا؟ جزیرے میں چل پڑے؟ اس لیے بہتر یہی ہے کہ چل کر دیکھے کہ ملکہ فولانی کون ہے؟ اسے کس لیے پکڑ کر لایا گیا ہے؟ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے اور یہ کیسا قبیلہ ہے جہاں سوائے عورتوں کے ایک بھی مرد دکھائی نہیں دے رہا۔

چنانچہ اس نے عورتوں کو اجازت دے دی کہ وہ اس کی رسیاں کاٹ کر
اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں لے چل پڑیں۔

وہ بھیگی بلی اور کمزور بنا دونوں عورتوں کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔

اس جزیرے میں ایک بات اس نے خاص طور پر دیکھی کہ یہاں
جنگل بہت ہی گھنا تھا دن کو بھی وہاں رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

آخر خدا خدا کر کے جنگل کا گھنا پن ختم ہوا اور ایک میدان سا آ گیا۔

اس میدان میں گھاس اگی ہوئی تھی جسے شاید لمبی لمبی تلواروں سے
بڑے اچھے طریقے سے کاٹ دیا گیا تھا۔ یہاں ایک اور چیز دیکھ کر عنبر
بڑا حیران ہوا چاروں طرف درختوں میں جھونپڑے بنے ہوئے تھے
ان میں سے کچھ جھونپڑوں کی رسی کی سڑھیاں نیچے لٹک رہی تھیں اور
کچھ سیڑھیاں لپیٹ کر اوپر کھینچ لی گئی تھیں۔ اس قسم کی جھونپڑیاں عنبر
نے کسی زمانے میں جنوبی افریقہ کے گھنے جنگلوں میں سیر و سیاحت کر

تے ہوئے ایک آدم خور قبیلے کی دیکھی تھیں............

اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں یہ قبیلہ بھی تو آدمخوروں کا نہیں ہے۔

اب تو جو کچھ ہونے والا تھا۔ اسے برداشت کرنا ہی تھا۔ دوسری عجیب
بات عنبر نے دیکھی کہ راستے میں اسے تمام کی تمام عورتیں ہی ملی تھیں
کوئی مرد یا بچہ کسی جگہ بھی دکھائی نہ دیا تھا۔

تمام عورتوں نے اپنے جسم کے گرد شیر کی کھال لپیٹ رکھی تھی۔ کندھوں
پر تیر کمان لٹکائے ہوئے تھے اور سب کی سب اونچی لمبی اور کڑیل
جوان تھیں۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ یا خدا یہ کس قسم کا قبیلہ ہے کہ یہاں کوئی بھی مرد
نہیں اور جس عورت کو دیکھو چھ فٹ کی ہے۔ یہاں کے مرد کہاں چلے
گئے ہیں؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دونوں عورتوں نے اسے ایک
درخت کے نیچے لا کھڑا کر دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پر بندھے

ہوئے تھے۔

عنبر نے دیکھا کہ درخت کے اوپر جو جھونپڑی بنی ہوئی تھی وہ بہت خوب صورت تھی۔ اس کی چھت سرخ تھی اور دیواریں جنگلی پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ ضرور اس قبیلے کی ملکہ وغیرہ کی جھونپڑی ہے۔

دونوں عورتوں نے ایک بار پھر تالی بجا کر رقص کرنا اور ملکہ کی تعریف میں گیت گانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ملکہ کھڑکی میں آئی۔ عنبر اس عرصے میں زمین پر چپ چاپ کھڑا رہا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ بالوں، سرخ آنکھوں اور کالے رنگ والی ہٹی کٹی عورت کھڑکی میں آ کر اسے بڑے شوق سے تکنے لگی ہے۔ یہ مہارانی فولانی تھی۔

مہارانی کو سامنے دیکھ کر دونوں عورتیں جھک گئیں۔ انہوں نے عنبر کو بھی جھکنے کا کہا لیکن وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ ملکہ کے چہرے پر غصہ آ گیا

مگر وہ خاموش رہی۔ خادماؤں نے محل کے ساتھ ایک بڑی ہی خوب صورت رنگ دار سیڑھی لٹکا دی۔ ملکہ فولانی نے بھی شیر کی کھال اپنے جسم پر لپیٹ رکھی تھی۔ فرق صرف یہ تھا۔ کہ اس سر پر گھونگھوں کا تاج تھا۔ عنبر کے قریب آ کر اس نے بڑے غور سے عنبر کی طرف دیکھا ۔ اس کا قد عنبر سے بھی اونچا تھا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے کے بعد اس نے اپنی زبان میں عورتوں سے کہا:

”اسے لے جا کر مندر کے جھونپڑے میں بند کر دو۔ تم نے ہمارے دیوتاؤں کی خوشی کے لیے بڑا اچھا شکار تلاش کیا ہے میں تمہیں انعام دوں گی۔ یہ شخص مجھے کسی اچھے ملک کا رہنے والا لگتا ہے۔ مگر یہ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتا اس لیے اس سے پوچھنا بے کار ہو گا۔ اس سے اشاروں اشاروں میں پوچھو کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟“

عنبر اپنی خاص خفیہ طاقت کے ذریعے سے ملکہ فولانی کے قبیلے کی ساری

زبان سمجھ رہا تھا۔ مگر وہ ان پر یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ ان کی زبان
سے ناواقف ہے؛ چناں چہ جب دونوں عورتوں میں سے ایک نے
اشاروں ہی اشاروں میں اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آرہا ہے۔ تو
اس نے بھی اشاروں ہی اشاروں سے انہیں بتایا کہ وہ سمندر پار سے
آرہا ہے۔ وہ سمندر میں سفر کر رہا تھا کہ طوفان میں ان کا جہاز غرق ہو
گیا اور وہ تختے پر بیٹھ کر اس جزیرے پر آنکلا۔

دونوں عورتوں نے عنبر کے اشاروں کو ٹھیک سمجھ لیا تھا۔ اس کا اندازہ عنبر
کو اس وقت ہوا۔ جب عورتوں نے اپنی زبان میں ملکہ کو بتایا کہ یہ
شخص سمندر پار سے آرہا ہے۔ یہ جس جہاز پر سوار تھا اسے طوفان نے
آن گھیرا۔ جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور یہ ایک تختے پر بیٹھ کر بڑی
مشکل سے جان بچا کر اس جزیرے پہ پہنچا ہے۔

ملکہ فولانی نے کہا:

"اسے خود دیوتاؤں نے اپنی قربانی کے لیے چن لیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو
تو یہ شخص کبھی جان بچا کر اس جزیرے پر نہ آتا۔
بس یہ ایک نیک شگون ہے۔ دیوتا ہم سے خوش ہیں اور اس کی قربانی
کے بعد وہ اور بھی ہم سے خوش ہوں گے۔ پھر ہمارے کھیتوں میں
پہلے سے زیادہ اناج اگے گا اور ہمارے جال مچھلیوں سے بھر کر سمندر
سے نکلیں گے۔"

عورت بولی:

"ملکہ سلامت رہیں دیوتا ہم پر مہربان ہیں۔ آپ کے حکم پر عمل کرتے
ہوئے ہم اسے مندر والی جھونپڑی میں بند کیے دیتی ہیں۔"

ملکہ نے کہا:

"اور ہاں اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں یہ بھاگ نہ جائے۔ اس کے
گلے میں لوہے کی زنجیر ڈال کر اسے باندھے رکھنا۔ مگر کھانے کو اعلیٰ

سے اعلیٰ خوراک دینا اور گیت گانے والی کو کہنا کہ ہر روز اس کے پاس جا کر ہمارے دیوتاؤں کی تعریف میں گیت گائے۔ تاکہ وہ ہم پر مہربان رہیں۔"

عورت بولی:

"ایسا ہی ہوگا ملکہ سلامت۔"

یہ کہہ کر دونوں نے عنبر کو ساتھ لیا اور جنگل میں ایک جگہ پہنچ کر اسے جھونپڑے میں بند کر دیا۔ یہ جھونپڑا بڑے مضبوط بانسوں کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ جھونپڑی کی دیوار کے ساتھ لکڑی کے ایک دیوتا کا بت رکھا تھا۔ اس بت کی زبان باہر کو لٹک رہی تھی۔

عورتوں نے عنبر کے گلے میں لوہے کا کڑا ڈال کر زنجیر کو بانس کے ستون سے باندھ دیا تھا۔ عنبر نے اسے کھینچ کر دیکھا۔ سچ مچ بڑی مضبوط زنجیر تھی۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور پھنس گیا ہوتا تو وہ ساری عمر

وہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔

عنبر تو خیر خود ہی وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ مار تو اسے کوئی بھی نہیں سکتا۔ خواہ اس قبیلے کے سارے دیوتا ایک جگہ جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیتے تو وہ پھر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

وہ اس وقت جزیرے میں ہی رہنا چاہتا تھا جب تک کہ کوئی جہاز ادھر نہیں آتا یا وہاں سے کسی کشتی وغیرہ کا بندوبست نہیں ہو جاتا تھا اور یہ کام اس وقت تک نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ قبیلے کی عورتیں اس کا لوہا نہیں مان لیتیں۔

شکنتلا کی کہانی

اپنی پوشیدہ طاقت دکھانے کے لئے عنبر انتظار کر رہا تھا۔

اسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ سیاہ فام عورت قبیلے کی مہارانی ہے اور عنبر کو دیوتاؤں پر قربان کرنے کے لیے رکھا جا رہا ہے۔ اب وہ قربانی کے دن ہی ان تمام قبیلے کی عورتوں کو بتا سکتا تھا کہ وہ ان سب سے ان کے دیوتاؤں سے بھی بڑا اور طاقت ور آدمی ہے۔

خدا جانے قربانی کا دن کب آنے والا تھا۔ عنبر کے گلے میں زنجیر ڈال کر اسے جھونپڑے کے ستون سے باندھ دیا گیا تھا۔ زنجیر اتنی لمبی تھی کہ وہ جھونپڑے میں آسانی سے چل سکتا تھا۔

اسے بڑی اعلٰے خوراک کھلائی جاتی تھی۔ صبح منہ اندھیرے اسے

انناس اور ناریل کے قتلے کھانے کو دیے جاتے۔ دوپہر کو بھی بھنی ہوئی بہترین مچھلی اسے دی جاتی۔ تیسرے پہر پھل پیش کیے جاتے۔ ان پھلوں میں لذیذ انناس' میٹھے خوشبودار کیلے اور آم بھی شامل ہوتے

عنبر حیران تھا کہ اس قدر پھلدار درختوں سے بھرا ہوا جزیرہ ابھی تک بے آباد کیوں پڑا ہے۔

اس جزیرے پر صرف اسی قبیلے کی حکمرانی تھی۔ عنبر نے اندازہ کر لیا تھا کہ جزیرے میں اور کوئی آبادی نہیں ہے۔ ملکہ کی طرف سے عنبر کے سامنے بیٹھ کر دیوتاؤں کے بھجن گانے والی صبح شام آتی اور عنبر کے سامنے جھک کر سلام کرتی۔ پھر وہ دو زانو ہو کر زمین پر بچھی ہوئی ہرن کی کھال پر بیٹھ جاتی اور آنکھیں بند کر کے دیوتاؤں کی تعریف میں گیت گانا شروع کر دیتی۔ وہ خیال کرتی کہ عنبر اس کی زبان نہیں سمجھتا ہے۔

چنانچہ وہ کچھ اور ہی گیت گایا کرتی۔ ان گیتوں میں دیوتاؤں کی
تعریف تو نہ ہوتی؛ البتہ کسی دور دراز کے ملک کی تعریف ہوتی جو شاید
اس گانے والی عورت کا وطن تھا۔

عنبر کا ماتھا ٹھنکا کہ اس کے دل میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ آخر کیا وجہ
ہے کہ یہ عورت وہاں دیاتاؤں کی تعریف میں گیت گانے کی بجائے
اپنے وطن کے گیت گاتی ہے اس سے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کون ہے
اور یہاں جزیرے میں بیٹھ کر اپنے دور دراز کے وطن کے گیت کیوں
گاتی ہے؟

اس عورت کا رنگ بھی سیاہ نہیں تھا بلکہ گندمی تھا۔

ایک شام کو گانے والی جھونپڑے میں آئی۔

اس نے جھک کر عنبر کو سلام کیا اور دوزانو ہو کر ہرن کی کھال پر بیٹھ گئی
اور بڑی پر درد آواز میں اپنے وطن کا گیت گانا شروع کر دیا عنبر اسی

وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے عورت کو
روک دیا۔

"ٹھہرو۔"

عورت رک گئی۔ اس نے گانا بند کر دیا۔ عورت کو یقین تھا کہ عنبر ان کی
زبان ہی نہیں سمجھ سکتا؛ چنانچہ اس نے شارے سے پوچھا کہ کیا بات
ہے۔ اس نے گانا کیوں بند کرادیا۔ عنبر نے صاف ہی پوچھ لیا:

یہ بتاؤ کہ تم دیوتاؤں کے گیت گانے کے بجائے اپنے وطن کے
دردناک گیت کیوں گاتی ہو؟

گانے والی عورت کا تو رنگ سفید پڑ گیا۔ پہلے تو وہ اس بات پر
خوف زدہ ہو گئی کہ عنبر کو پتہ چل گیا ہے کہ وہ دیوتا کی تعریف میں نہیں
بلکہ اپنے وطن کی تعریف میں گیت گاتی ہے۔ اگر اس نے ملکہ کو یہ
بات بتا دی تو وہ اسے زندہ بھون کر کتوں کے آگے ڈال دے گی۔

گانے والی نے کانپتے ہوئے عنبر سے پوچھا:

"کیا تم ہماری زبان سمجھ لیتے ہو؟"

عنبر نے ان ہی کی زبان میں جواب دیا:

"اگر تمہاری زبان نہ سمجھ لیتا تو تمہیں یہ کیوں کہتا کہ تم دیوتاؤں کی تعریف کی جگہ اپنے وطن کے گیت گا رہی ہو۔"

گانے والی عورت بولی:

"میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ بھگوان کے لیے ملکہ فولانی کو نہ بتانا کہ میں یہاں بیٹھ کر اپنے وطن کے گیت گاتی تھی اور دیوتاؤں کی بے عزتی کرتی تھی۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں بتاؤں گا مگر تم کون ہو اور یہاں کیسے آ گئی ہو؟"

عورت بولی:

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ پھر کسی وقت سناؤں گی۔ ویسے تم مجھے شکنتلا کے نام سے پکار سکتے ہو۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تم ہندوستان کی رہنے والی ہو؟"

عورت نے جواب دیا:

"ہاں میں ہندوستان کی رہنے والی ہوں"

عنبر نے پوچھا:

"اور یہاں کیسے آ گئیں؟"

شکنتلا نے کہا:

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اگر کسی نے سن لی تو تمہارے ساتھ مجھے بھی ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم ابھی کل اس جزیرے پر آئے ہو تم نے ہماری زبان کہاں سے سیکھ لی؟"

عنبر نے کہا:

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے تم اسے چھوڑو تم یہ بتاؤ کہ تم کب سے اس
جزیرے میں ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"

شکنتلا نے کہا:

"اگر تم میری کہانی سننا ہی چاہتے ہو تو لو سنو۔ میں ملک ہندوستان
کے ایک شہزادے راج کمار کی بیوی ہوں۔ ہماری ریاست کوہ ہمالیہ
کے دامن میں دریائے پھلگو کے کنارے پر ہے میں اپنے راجکمار
کے محل میں بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہی تھی کہ ایک روز ہمارے
محل میں تاجر آیا۔ اس نے راج کمار کو اور مجھے بڑے قیمتی ہیرے
جواہرات دکھائے۔ اس نے بتایا کہ وہ ملک یمن سے آیا ہے۔ ہمیں
ہیرے جواہرت بہت پسند آئے۔ اس بد بخت تاجر کو میں پسند آ گئی تھی
اس نے مجھے وہاں سے اغوا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہم نے اس کے

سارے ہیرے جواہرات خرید لیے۔ وہ شاہی محل کے عقب میں
شاہی سرائے میں اترا ہوا تھا۔ وہاں اس کے دوسرے ساتھی بھی تھے
ایک روز اس نے میری اور میرے خاوند راجکمار کی دعوت کی۔ یہ
دعوت اس نے سرائے میں اپنے کمرے میں کی مجھے کیا خبر تھی کہ رات
میری بدقسمتی کی رات ہو گی میں اپنے راج کمار کے ساتھ بڑے شان
دار قیمتی کپڑے پہن کر تاجر کی دعوت میں گئی۔ تاجر نے ہمارا بڑا
زبردست استقبال کیا۔ خود باہر ہمیں لینے آیا۔ ہمارے راستے میں اس
کے نوکروں نے پھول برسائے وہ جھک جھک کر ہمیں سلام کرتا ہمیں
کمرے میں لے گیا۔ دعوت کا زبردست انتظام کیا گیا تھا۔ دنیا
جہان کی نعمتیں وہاں رکھی ہوئی تھیں۔ تاجر کے نوکر بڑی چابک دستی
سے کام کر رہے تھے۔ وہ ہمارے آگے پیچھے بچھے جاتے تھے۔
ہمارے ذرا سے اشارے پر وہ لپک کر آتے اور ہمیں جس شے کی

ضرورت ہوتی ہمارے سامنے پیش کر دیتے۔ میرا خاوند راج کمار تاجر کے اخلاق اور مہمان نوازی سے بڑا خوش ہو رہا تھا۔

رات گہری ہوگئی تو میرے خاوند نے اجازت مانگی۔ تاجر نے ادب سے جھک کر کہا کہ راجکمار جی' اگر اجازت ہو تو میں آپ کی خدمت میں ملک کشمیر کا خاص قہوہ پیش کرنا چاہتا ہوں قہوہ ایسا ہے جس میں زعفران ڈالا جاتا ہے اور کھانے کو بہت جلد ہضم کر دیتا ہے۔ راجکمار کی اور میری بد نصیبی کہ ہم وہاں قہوہ پینے کے لیے ٹھہر گئے۔

تاجر بڑا خوش ہوا جلدی سے اس کے نوکر چاندی کی صراحی اور چاندی کے پیالے لے آئے۔ صراحی کشمیری قہوے سے بھری ہوئی تھی۔ لیکن اصل میں قہوے میں بے ہوش کر دینے والی دوائی ملائی ہوئی تھی۔ ہم دونوں اس خطرناک سازش سے بے خبر تھے۔ ہمارے آگے سونے کے طشت میں قہوے سے بھری ہوئی چاندی کی پیالیاں پیش کی

گئیں۔ ہم دونوں نے پیالیاں پکڑ لیں اور ایک ایک گھونٹ قہوہ پینا شروع کر دیا کم بخت وہ تاجر بھی ہمارے ساتھ ہی قہوہ پی رہا تھا۔ مگر صاف ظاہر تھا کہ اس کے قہوے میں بے ہوش کر دینے والی دوائی نہیں تھی۔

قہوے کے تین گھونٹ پیتے ہی ہمارے سر چکرانے لگے اور میں تو ایک دم بے ہوش ہوگئی۔ بعد میں راج کمار بھی بے ہوش ہو گئے تھے۔ خدا جانے تاجر نے کیسے وہ سارا سامان سمیٹا۔ راج کمار کو سرائے میں ہی چھوڑا اور مجھے بے ہوشی کی حالت میں ہی اونٹ پر ڈال کر اپنے سامان اور نوکروں سمیت ہماری ریاست سے راتوں رات نکل گیا۔

مجھے جس وقت ہوش آیا تو میں اونٹ پر سوار ایک صحرا میں سے گزر رہی تھی اور تاجر چھری رکھے میرے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں بہت روئی پیٹی مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ظالم تاجر کے دل میں رحم پیدا کرنا بڑا مشکل تھا

اس نے ہندوستان کی ایک دور دراز شہر میں لے جا کر مجھے ایک ماہ قید رکھا۔ کیونکہ اس دوران میں راجکمار نے بڑی تیزی سے میری تلاش شروع کروادی تھی۔ تاجر نے مجھے دوسرے مہینے باہر نکالا۔

رات کو میرے منہ کو کپڑا ٹھونس کر بند کیا اور وہاں سے لے کر ایک بندرگاہ پر آگیا۔ یہاں ایک سمندری بادبانی جہاز تیار کھڑا تھا۔ یہ جہاز تاجر کے کسی دوست کا تھا مجھے اس جہاز پر سوار کیا گیا۔ جہاز منہ اندھیرے ہندوستان کے ساحل سے کسی نامعلوم منزل کو روانہ ہو گیا۔

ایک ماہ اور بارہ دن کے سفر کے بعد جہاز ایک ایسے شہر پہنچا جہاں ریت ہی ریت دکھائی دیتی تھی۔ ایک بازار تھا جہاں زیادہ تر عورتوں اور غلاموں کی منڈی لگتی تھی۔ منڈی میں عورتوں کو کنیزیں بنا کر اور مردوں کو غلام کے طور پر بیچا جاتا تھا۔

تاجر کم بجتت نے مجھے اس منڈی میں فروخت کر دیا۔ مجھے ایک سوڈانی

سوداگر نے خرید لیا۔ اس سوڈانی کا محل مصر میں تھا۔ اس محل میں مجھ سے ہر طرح کی خدمت لی جاتی۔ مجھے خادماؤں میں شریک کر دیا گیا۔ میں نے رو پیٹ کر کہا میں شہزادی ہوں۔

ایک ریاست کی مہارانی ہوں۔ مگر وہاں میری بات پر کسی کو یقین نہیں آتا تھا۔ بوڑھی نوکرانی نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کر دیا میں اس کی مار پیٹ سے تنگ آگئی۔ میں نے ایک غلام سے اپنے دل کا راز کھول کر بیان کر دیا اور اس سے کہا کہ ہم دونوں وہاں بھاگ جاتے ہیں غلام تیار ہو گیا۔ وہ خود سوڈانی سوداگر کے محل کی خدمتوں سے تنگ آیا ہوا تھا چنانچہ اس نے سب کچھ معلوم کر لیا کہ کس بندرگاہ سے جہاز کب روانہ ہوتا ہے۔ اس نے کسی نہ کسی طرح ایک جہاز کے کپتان کو پہلے سے ہی کرایہ دے دیا۔ جس روز جہاز نے وہاں سے کوچ کرنا تھا اس روز ایک رات پہلے ہی ہم دونوں پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔ وقت پر

میں اس نیک دل غلام کے ساتھ سوڈاتی ظالم کے محل سے بھاگی اور
شہر میں چھپتی چھپاتی بادانی جہاز پر سوار ہوگئی۔ غلام میرے ساتھ ہی
تھا۔ یہ جہاز جنوبی افریقہ کے سمندر کا پورا چکر کاٹ کر خلیج بنگال کے
کالے پانیوں میں سے ہوتا ہوا ہندوستان کے شہر اراکاٹ کی بندرگاہ
کی طرف جا رہا تھا۔

جہاز نے آدھی رات کو لنگر اٹھا دیا۔ صبح ہوئی تو جہاز کھلے سمندر میں سفر
کر رہا تھا میں نے اور غلام نے بھگوان کا شکریہ ادا کیا کہ ہماری جان
ایک بہت مصیبت سے چھوٹ گئی۔ لیکن کیا خبر تھی کہ اس سے بھی بڑی
مصیبت ابھی میرا انتظار کر رہی تھی۔"

عنبر نے پوچھا:

"وہ کیا مصیبت تھی شگنتلا؟"

شگنتلا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"وہی مصیبت اب بیان کرنے لگی ہوں۔ جہاز کو سمندر میں سفر کرتے
پورا مہینہ بھی گزرا تھا کہ ایک روز ہماری بدبختی سے آسمان پر
گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں۔ ہر طرف گھٹاٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ سمندر
میں تیز ہواؤں کی وجہ سے طوفان اٹھنے لگا۔ میں گھبرا گئی۔
مسافروں میں پریشانی کی لہر دوڑ گئی۔ طوفان بڑے زوروں پر آ گیا۔
جہاز نے بری طرح ڈولنا شروع کر دیا۔ بارش طوفانی ہو گئی۔ ہوائیں
آندھیاں بن گئیں۔ لہروں نے اچھل اچھل کر جہاز کو کھلونے کی
طرح ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیا۔ ہر طرف مسافر چیختے چلاتے
دکھائی دینے لگے وفادار اور نیک دل غلام ہر طرح سے میری دل جوئی
کر رہا تھا۔ لیکن جو لیکھ میں لکھا تھا وہ تو ہو کر ہی رہنا تھا۔ ایک ایسی
سمندری لہر آئی کہ جہاز الٹ گیا۔ چیخ و پکار مچ گئی۔ کہرام برپا ہو گیا۔
انسان چوہوں کی طرح سمندر میں ڈوبنے لگے۔ میرا ہاتھ ایک لکڑی

کے تختے پر پڑ گیا۔ بھگوان جانے بے چارا غلام کہاں تھا۔ نہ مجھے اس
کی خبر تھی نہ اسے میری خبر تھی۔ میں بے جان تنکے کی طرح تختے پر بیٹھی
سمندر کی لہروں پر تیرتی چلی جارہی تھی۔ جانے کتنے دن گزر گئے
۔بھوک پیاس سے میں سوکھ کر کانٹا بن گئی۔ آخر میں اس جزیرے کے
ساحل پر آ گئی۔ یہاں سے یہ عورتیں اٹھا کر لے گئیں۔ چونکہ میرا
رنگ صاف تھا اور قد لمبا تھا اس لیے ان عورتوں نے مجھے بھی اپنے
قبیلے میں شامل کرلیا۔ اب میں یہاں کی ہو کر رہ گئی ہوں۔ ایک طرح
سے قیدی ہوں۔ نہ یہاں سے کہیں باہر جا سکتی ہوں' نہ کسی کے آگے
اپنا دکھ درد بیان کر سکتی ہوں۔ اس بات کو آج چار سال گزر گئے ہیں تم
پہلے آدمی ہو جسے میں نے اپنی درد بھری کہانی سنائی ہے۔ وہ بھی اگر تم
ہماری زبان نہ سمجھ رہے ہوتے تو میں اتنی کہانی بھی تمہیں بیان نہیں کر
سکتی تھی۔"

عنبر کا دل شگفتا کی درد بھری کہانی سن کر بہت اداس ہو گیا۔ شگفتا سچ
مچ ایک مصیبت زدہ عورت تھی۔ بے چاری کہاں ایک شہزادے کی
بیوی اور کہاں آدمخور عورتوں کے قبیلے میں آ کر پھنس گئی تھی۔

عنبر نے کہا:

"شگفتا" تمہاری زندگی کے درد بھرے حالات سن کر میرے دل پر
بہت اثر ہوا ہے۔ آج سے میں تمہیں اپنی بہن کی طرح سمجھوں گا
اور میں تمہیں ایک بھائی بن کر قول دیتا ہوں کہ جب تک تمہیں اس
جہنم سے نکال کر تمہارے خاوند راج کمار کے پاس نہیں پہنچاؤں گا
چین سے نہیں بیٹھوں گا اور اپنی بہن ماریا سے بھی نہیں ملوں گا۔"

شگفتا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا:

"بھگوان تمہاری حفاظت کرے میرے بھائی' مجھے خطرہ ہے کہیں
میری مدد کرتے کرتے اپنی جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔"

قربانی کے لیے

شکنتلا بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ عنبر پراسرار طاقت والا ہے۔ وہ تو الٹا
اسے سمجھانے لگی کہ وہ اسے وہاں سے نکالنے کا خیال چھوڑ دے۔
کیونکہ اس جزیرے میں آ کر کبھی کوئی شخص واپس نہیں جا سکا۔ وہاں
کبھی کوئی جہاز نہیں آیا۔ وہاں سے صرف آدم خور قبیلوں کی پرانی
کشتیاں کبھی کبھی دیکھی جاتی ہیں۔ یا پھر مغربی کنارے پر آدم خور مرد

لوگ اپنی ڈونگیوں میں بیٹھ کر سمندر میں مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ عنبر
نے پوچھا:

"کیا ان عورتوں کی پاس کوئی کشتی نہیں ہے؟"

شکنتلا نے کہا:

"نہیں بھائی، یہ عورتیں کبھی سمندر میں کشتی پر بیٹھ کر نہیں گئیں۔ ہمیشہ
تیر کر سمندر میں جاتی ہیں۔ یہ بڑے غضب کی تیرنے والی عورتیں ہیں
دور دور تک تیرتی چلی جاتی ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"ان کے مرد جو جزیرے کی مغربی کنارے پر رہتے ہیں ان کے پاس
کس قسم کی کشتیاں ہیں؟"

شکنتلا نے کہا:

"معمولی قسم کی ڈونگیاں سی ہیں جن میں بڑی مشکل سے آدمی بیٹھ

سکتے ہیں۔ یہ ڈونگیاں سمندر کی بڑی موجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔
صرف کنارے کنارے رہتی ہیں۔"

عنبر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا؛

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہاں بیٹھ کر ایک بڑی کشتی تیار کرنی ہو
گی۔"

شگفتا نے آہ بھر کر کہا:

"میرے بدنصیب بھائی تم کشتی تیار کرنے کی سوچ رہے ہو اور ظالم
ملکہ تمہیں پورے چاند کی رات کو دیوتا کے آگے قربان کرنے کا فیصلہ کر
چکی ہے۔"

عنبر ہنس پڑا:

"شگفتا بہن تم اس بارے میں بالکل فکر نہ کرو۔ ملکہ فولانی کی یہ
خواہش زندگی بھر پوری نہ ہوگی کہ مجھے دیوتا کے آگے قربان ہوتا

دیکھے۔ بلکہ اسے ڈرنا چاہتے کہ کہیں الٹا میں اسے کسی دیوتا پر قربان نہ
کر دوں۔"

شگفتا پھٹی نگاہوں سے عنبر کو دیکھنے لگی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو بھائی؟ کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ ملکہ کو دیوتا کے آگے
قربان کر دو؟" عنبر نے شگفتا کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا:

"بہن اس بات کو چھوڑو۔ تم اپنے وطن کی یاد میں گیت گاؤ۔ مجھے
تمہارے گیت بڑے اچھے لگتے ہیں۔ دوسرے اگر کسی نے مجھے تم
سے باتیں کرتے دیکھ لیا تو تم پر مصیبت آ جائے گی۔"

شگفتا نے اپنا مچھلی کی ہڈیوں سے بنا ہوا ساز اٹھایا اور گانا شروع کر دیا
اتنے میں ایک جنگلی عورت اندر آئی اس کے ہاتھ میں کیلے کے سبز پتوں
پر سرخ رنگ کے میٹھے آم رکھے تھے۔ اس نے آم عنبر کے قدموں میں
لا کر رکھ دیے اور اپنی زبان میں شگفتا سے کہا:

''یہ ہماری زبان نہیں جانتا شگفتا! ورنہ میں اسے بتاتی کہ ملکہ نے پرسوں اسے قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

شگفتا ہنس پڑی۔ عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ شگفتا نے عورت سے کہا:

''یہ خوش قسمت ہے کہ ہماری ملکہ نے اسے قربانی کے لیے ہیں پسند کیا۔ یہ دنیا سے سیدھا جنت میں دیوتاؤں کے پاس جائے گا۔''

جب وہ عورت چلی گئی تو شگفتا نے کہا:

''یہ تو بڑی بری خبر سنا گئی ہے کم بخت۔ اگر ملکہ نے تمہاری قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ اپنے فیصلے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پرسوں رات کو تمہیں قربان کر دیا جائے گا۔ تمہارے سینے میں ایک ہی وقت میں ایک سو تیر مارے جائیں گے۔ یہ بڑا ظلم ہوگا۔ میں یہ برداشت نہ کر سکوں گی۔''

اور شگفتا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

''تم غم نہ کرو بہن! اگر میرے خدا کو منظور ہوا تو ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ان لوگوں کی قربانی دھری کی دھری رہ جائے گی۔''

شگفتا نے جھنجلا کر کہا:

''بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سو تیروں کی بوچھاڑ انسان کے سینے پر ہو اور وہ مر نہ سکے۔ کیا تم اس سے پہلے یہاں سے بھاگ جاؤ گے؟ مگر تم بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟ اس جزیرے میں تم جہاں کہیں بھی ہو گے تمہیں فولانی ملکہ ڈھونڈ نکالے گی۔ آخر تم ہنس کیوں رہے ہو؟ تم اپنی زندگی کیسے ان ظالم عورتوں سے بچا سکو گے؟''

عنبر اسے کھول کر ساری بات بیان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا:

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں شگفتا! چاہے میں کچھ بھی کروں۔ یہ بتائے دیتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ

ہوں گے۔ یہ ناکام ہوں گے اور انہیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

شگفتا نے پوچھا:

"کیا یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے؟"

"ہاہاہا۔" عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا: "تم دیکھ لینا۔"

ایک عورت عنبر کے جھونپڑے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر شگفتا نے پھر سے گانا شروع کر دیا۔ اب وہ اپنے دیوتاؤں کی تعریف میں گانا شروع کر دیا۔ اب وہ اپنے دیوتاؤں کی تعریف میں گا رہی تھی۔ جنگلی عورت نے عنبر کے قریب آ کر ایک ناریل توڑ کر اس کا پانی عنبر کے سر پر ڈالا۔ آنکھیں بند کر کے کچھ دعا پڑھی۔ اسے پھونک ماری اور آنکھیں بند کیے جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

شگفتا بے حد غمگین انداز میں کہنے لگی:

"یہ سنگدل لوگ تمہیں قربان کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"یہ لوگ جتنی جلدی تیاریاں کریں اچھا ہے۔ مجھے ان لوگوں کو اپنا غلام بنانے کا موقع جلدی مل جائے گا بہن۔"

"ہائے میرے بھگوان، تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

عنبر نے کہا:

"تم سمجھ بھی نہ سکو گی شگفتا، اور جب تم اپنی آنکھوں سے بھی دیکھو گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ جو کچھ تم دیکھ رہی ہو یہ ٹھیک ہے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ مگر تم جو کچھ دیکھ رہی ہو گی وہ ایک حقیقت ہو گی۔ ایسا سچ مچ ہو رہا ہو گا۔"

شگفتا نے جھنجلا کر پوچھا:

"آخر کیا ہو رہا ہو گا؟ اس روز کیا ہو گا؟ کیا آسمان پھٹ پڑے گا؟ کیا

آسمان سے فرشتے تمہاری مدد کو آئیں گے؟ کیا دیوتا خود تمہاری زندگی کو بچائیں گے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں شکنتلا! ایسا ہی ہوگا' بلکہ اس سے بھی مزیدار بات ہوگی۔ تمہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آئے گا۔ آکاش سے تم فرشتوں کو نیچے اترتے دیکھو گی۔"

آخر شکنتلا نے اٹھتے ہوئے کہا:

"میں جا رہی ہوں میری تو سمجھ میں تمہاری کوئی بات نہیں آتی بھائی' میں بھگوان سے دعا کروں گی کہ وہ تمہاری زندگی بچائے۔ مگر مجھے امید بالکل نہیں ہے کہ تم اس عورت کے ظلم سے بچ سکو۔ میں نے بہت سے لوگوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیوتاؤں کے آگے قربان ہوتے دیکھا ہے۔ انہوں نے بہت شور مچایا۔ دیوتا کو بار بار آوازیں

دیں۔ مگر کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا۔ تم بھی اسی طرح مارے جاؤ گے افسوس یہ ہوگا کہ یہاں زندگی میں پہلی بار ایک انسان سے اپنا دکھ درد بیان کیا تھا۔ اس سے کچھ ہمدردی کی توقع ہوئی تھی تو وہ بھی اس دنیا سے چل بسا۔"

شکنتلا روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جانے بعد عنبر دیر تک ہنستا رہا۔

رات ہو گئی۔ چاند جنگل پر چمکنے لگا۔ اس کی روشنی میں جنگل کے گھنے درخت بھی روشن ہو گئے۔ عنبر کو اسی چاندنی رات میں قربان کیا جانا تھا۔ ایک رات چھوڑ کر اسے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ عنبر جھونپڑی کی کھڑکی میں سے باہر جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی لکڑی کا ایک بت بنا تھا۔ یہ اس قبیلے والوں کے دیوتا کا بت تھا۔

اسی دیوتا پر عنبر کو قربان کیا جا رہا تھا۔ عنبر اس کی طرف دیکھ کر بولا:

"واہ رے میرے لکڑی کے دیوتا، تمہاری قسمت میں بھی میرے ہاتھوں شکست لکھی تھی۔ بچو جب تمہارے بت کے سامنے میں مروں گا نہیں۔ تیر میرے سینے میں نہیں کھب سکیں گے تو ساری عورتیں تمہیں چھوڑ کر میری پوجا شروع کر دیں گی۔ وہ مجھے اپنا دیوتا سمجھنے لگیں گی۔ پھر بتاؤ تمہاری کیا عزت رہ جائے گی۔ آخر لکڑی کے الو ہی نکلے تم بھی۔"

عنبر ہنستا بھی رہا اور لکڑی کے دیوتا سے باتیں بھی کرتا رہا۔

صبح ہو گئی۔ دن نکل آیا جنگل کی دو عورتیں عنبر کے لیے ناشتہ لے کر آئیں۔ ناشتے میں پھولوں کی بجی ہوئی چنگیر میں بطخ کا بھنا ہوا گوشت تھا۔ انناس اور سیب کے قتلے تھے۔ زرد رنگ کے کیلے تھے اور ناریل کے دودھ میں ڈوبے ہوئے کنول کے پھول جو اس جزیرے

کی مہارانی ہی کھا سکتی تھی۔ عنبر کو بھوک تو نہیں تھی لیکن اس نے عورتوں کے سامنے بڑے شوق سے ناشتہ کیا۔

عورتیں چلی گئیں تو عنبر اپنے پاؤں کے ساتھ بندھی ہوئی زنجیر سے کھیلتے ہوئے کھڑکی میں سے باہر جنگل کا منظر دیکھنے لگا۔ اتنے میں شکنتلا اپنا ساز لے کر اسے مذہبی گیت سنانے آ گئی۔ شروع شروع میں تو وہ اپنے وطن کی گیت گایا کرتی تھی۔ لیکن اب وہ یوں ہی دو ایک گیت گاتی اور عنبر سے باتیں شروع کر دیتی۔ آج وہ کچھ پریشان تھی۔

عنبر نے پریشانی کے بارے میں پوچھا:

"شکنتلا معلوم ہوتا کہ ابھی تم پر رات کی باتوں کا اثر ہے اسی لیے تم ابھی تک اداس ہو، ورنہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے تمہاری اداسی کی؟"

شکنتلا نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"بھائی عنبر، میں صرف اس لیے پریشان ہوں کہ آج رات تمہیں

دیوتاؤں کے بتوں کے آگے قربان کر دیا جائے گا اور مجھ سے یہ
صدمہ برداشت نہیں ہوگا۔"

عنبر ہنس دیا:

تم اتنی سی بات پر پریشان ہو رہی ہو؟

"تو کیا تمہارے لیے یہ ایک معمولی بات ہے؟ یہ ظالم عورتیں تمہیں
دیوتاؤں کے آگے باندھ کر تمہارے جسم کو تیروں سے چھلنی کر دیں گی
اور تم اسے معمولی سی بات خیال کر رہے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"اچھی بہن، میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ وقت آنے پر تمہیں سب
کچھ معلوم ہو جائیگا۔ پھر تمہیں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"آخر وقت آنے پر مجھے کیا معلوم ہوگا؟ یہی ناں کہ تم قتل کر دیے جاؤ
گے۔ کاش میں تمہیں کبھی نہ ملتی اور مجھے تم سے اپنے بھائی کی طرح

پیار نہ ہوتا۔"

عنبر نے آگے بڑھ کر شگفتہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور کہا:

"دنیا میں غم بہت ہیں اور خوشیاں کم ہیں۔ آخر تم کس کس کا غم کھاؤ
گی؟ اس لیے جب میں نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ مجھے کچھ نہیں ہوگا،
پس تمہیں خوش ہو جانا چاہیے۔"

مگر شگفتہ کو کسی پل چین نہ پڑتا تھا۔ وہ بڑی بے چین تھی اس نے
مہارانی کو خود جا کر اس جگہ کا معائنہ کرتے دیکھا جہاں عنبر کو قربان کیا
جا رہا تھا۔ اس نے کہا:

"عنبر بھائی، میں نے ملکہ فولانی کو جلادوں سے کہتے سنا ہے کہ اپنے
تیروں کو زہر میں بجھا دو اور اتنے کس کر تیر مارنا کہ عنبر ایک سے زیادہ
سانس بھی لینے نہ پائے اور مر جائے۔ تبھی تو دیوتا خوش نہیں ہوں گے
اور ان کا عذاب جزیرے پر نازل ہوگا۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر کیا ہوا۔ ملکہ جلادوں کو جو کہتی ہے کہنے دو مجھے معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ جلاد اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے۔ ملکہ اور دوسرے لوگ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ یہاں تک کہ خود دیوتا شرم اور ندامت سے سر جھکا لیں گے۔"

شکنتلا نے تنگ کر کہا:

"مگر کیسے ہوگا؟ تم کیسی خواب ایسی باتیں کر رہے ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تیر تم پر چلایا جائے اور تم پر اثر نہ ہو۔ میں تو آج تک یہی دیکھتی آئی ہوں کہ جس آدمی کے سینے پر تیر چلایا گیا وہ اس کے جسم کے پار ہو گیا۔ تمہاری باتیں سن کر تو مجھے تمہاری عقل پر اور زیادہ رونا آ رہا ہے۔"

عنبر نے پاؤں کی زنجیر کو ہلاتے ہوئے کہا:

"شکنتلا! آج رات تم ایک ایسا تماشہ دیکھو گی جو تم نے اپنے وطن ہندوستان میں بھی کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ تم حیرانی سے دنگ رہ جاؤ گی۔ تمہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا کہ تم جو کچھ دیکھ رہی ہو وہ سچ ہے یا تم خواب دیکھ رہی ہو مگر وہ خواب نہیں ہوگا' بلکہ حقیقت کی دنیا ہوگی۔"

عنبر اسی قسم کی باتیں شکنتلا سے کرتا رہا شکنتلا کو کچھ اعتبار آیا اور کچھ نہ آیا وہ ناامیدی ہو کر اٹھی اور جھونپڑے سے نکل گئی۔

اب شام ہونے لگی تھی۔ پھر آسمان پر چودھویں کا چاند نکل آیا جزیرے میں لوگوں کے خیال کے مطابق یہ عنبر کی آخری رات تھی۔ قربانی کے لیے دیوتاؤں کے بتوں کے سامنے جگہ تیار کر لی گئی تھی۔ آدھی رات کو جزیرے کی کچھ عورتیں عنبر کے جھونپڑے میں آئیں اور عنبر کی زنجیر کھول کر ساتھ باہر لے گئیں۔

طوفانی کشتی

عنبر کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے
وہ اگر چاہتا تو زنجیر تڑوا کر بھاگ سکتا تھا یا عورتوں کا مقابلہ کر سکتا تھا۔
وہ عورتوں کو شکست بھی دے دیتا۔ کیونکہ اس نے تو مرنا ہی نہیں تھا۔
لیکن وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ مہارانی فولانی اور اس کی ساری
عورتوں کی فوج کو اپنے ماتحت کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پر اپنی
پوشیدہ طاقت کا اظہار کر کے انہیں ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ کر لے
اور ان سے محنت کروا کر اپنے لیے ایک جہاز کا نمونہ تیار کروائے جس
پر سوار ہو کر وہ شکنتلا کو اپنے ساتھ لے کر ہندوستان سے ہوتا ہوا
جاپان واپس ماریا اور ناگ کے پاس پہنچے۔
جس جگہ قربانی دی جانے والی تھی وہاں قبیلے کی ساری

عورتیں نیم دائرے کی صورت میں کھڑی تھیں۔ ایک بڑے گنجان
درخت کے تنے کے اوپر جزیرے کے تمام بڑے دیوتاؤں کے بت
لٹک رہے تھے۔ عنبر کو اس درخت کے تنے سے لے جا کر باندھ دیا
گیا۔ اب ملکہ فولانی کا انتظار تھا۔ ملکہ بڑی شان کے ساتھ ایک سجے
سجائے تخت پر بیٹھ کر آئی۔ تخت کو لمبی چوڑی عورتوں نے اپنے کندھوں
پر اٹھا رکھا تھا۔ تخت درمیان میں لا کر رکھ دیا گیا۔ ملکہ نے اشارہ کیا'
رقص کرنے اور گانے بجانے والی عورتیں آگے آئیں۔ انہوں نے
ڈھول کی تھاپ پر ناچنا اور دیوتاؤں کی تعریف میں گانا شروع کر دیا۔
عنبر چپ چاپ یہ سارا کچھ دیکھتا رہا۔ شکنتلا بھی ایک طرف کھڑی غم
سے اداس آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عنبر
جلادوں کے تیروں سے بچ نہیں سکے گا۔ اس کا دل بوجھل ہو رہا تھا۔
وہ اپنے بھگوان سے دعا مانگ رہی تھی کہ وہ عنبر کی حفاظت کرے۔

لیکن اس کا دل صاف لفظوں میں گواہی دے رہا تھا کہ عنبر کی موت یقینی ہے

ناچتے اور گاتے عورتوں کے جسم پسینے میں شرابور ہا گئے۔

جب وہ تھک کر چور ہو گئیں تو ملکہ نے اشارا کیا اور انہوں نے گانا ناچنا بند کر دیا اور ایک طرف ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔

ملکہ نے بلند آواز سے کہا:

"اے جزیرے کے عظیم دیوتاؤ میں اس جزیرے کی مہارانی تمہارے قدموں میں ایک سفید نوجوان کی قربانی پیش کر رہی ہوں۔ اس قربانی کو قبول کرو اور میرے جزیرے پر خوش حالی نازل کرو۔ بارش برساؤ میرے کھیتوں کو ہرا بھرا کرو۔ ناریل کے درختوں میں دودھ ڈالو آم کو میٹھا رس عطا کرو۔"

سب عورتیں جھک گئیں۔ ملکہ نے بھی سر جھکا کر دیوتا کی پوجا شروع کر دی۔ کچھ دیر تک وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی رہی۔ پھر اس نے سر اٹھایا تو دوسری عورتوں نے بھی سر اٹھا لیے۔ ملکہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"جلادوں کو حاضر کرو۔ قربانی کا وقت ہو گیا ہے۔ آسمان پر چاند چمک رہا ہے۔ دیوتا سفید فام نوجوان کے خون کا انتظار کر رہے ہیں۔"

بارہ جوان اور کڑیل عورتیں شیر کی کھالیں پہنے' تیر کمان لے کر عنبر کے سامنے آن کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے تیز زہر میں بجھا رکھے تھے۔ یہ وہ تیر تھے کہ اگر شیر کے جسم میں کھب جائیں تو ایک پل کے اندر اس کا خاتمہ کر دیں۔ اگر ہاتھی کے جسم میں لگ جائیں اسے کھڑے دھم سے زمین پر گرا دیں۔

عنبر خاموش درخت کے ساتھ بندھا تھا۔ شگفتا کا دل غم سے دھک دھک کر رہا تھا۔ ملکہ نے اشارہ کیا تو جلاد عورتوں نے کمانوں میں تیر چڑھا کر کمانیں اوپر اٹھا لیں۔ اب وہ ملکہ کے دوسرے اشارے کا

انتظار کر رہی تھیں۔

شگفتہ نے خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

عنبر اب بھی مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ اور بے خوفی کی وجہ سے وہاں کی تمام عورتیں حیران ضرور تھیں۔ یہاں تک کہ ملکہ فولانی بھی سوچ میں پڑ گئی تھی کہ کیسا نوجوان ہے جسے موت کا ذرا سا بھی خوف نہیں ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ دہشت کے مارے ضرور بے ہوش ہو گیا ہوتا۔ اسے وہ تمام نوجوان یاد تھے جو اسی طرح بھٹکتے ہوئے جزیرے میں آ گئے تھے۔ اور ملکہ فولانی کے حکم سے دیوتاؤں پر قربان کر دیے گئے تھے۔ ان میں سے ہر کوئی نوجوان درخت پر بندھے بندھے بے ہوش ہو گیا تھا۔ لیکن یہ پہلا نوجوان تھا جسے کوئی خوف نہیں تھا۔ جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا۔

آخر ملکہ نے جلادوں کو اشارہ کیا۔ ملکہ کا اشارہ ملتے ہی جلادوں نے تیروں کا نشانہ لیا اور تاک کر ایک ہی وقت میں بارہ زہر میں بجھے ہوئے نوکیلے تیر عنبر کے سینے پر مارے۔ شگفتہ کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ مگر وہاں سب کے لیے ایک عجیب بات ہوئی بارہ کے بارہ سینے میں کھبنے کی بجائے اس کے سینے سے ٹکرا کر زمین پر گر پڑے۔ تمام عورتیں حیران رہ گئیں۔ ملکہ بھی حیران ہوئی کہ یہ تیر زمین پر کیسے گر پڑے۔ اسے خیال آیا کہ شاید جلادوں نے نشانہ ٹھیک نہیں لگایا۔ اس نے چیخ کر کہا:

"پھر سے ٹھیک نشانہ لگاؤ۔"

جلاد عورتوں نے دوسری بار کمانوں میں تیر چڑھا کر عنبر کی چھاتی کا نشانہ لیا اور سن سے تیر ایک طرف ہی وقت میں چھوڑ دیے۔ تیر بجلی ایسی تیزی کے ساتھ عنبر کے سینے کی طرف گئے۔ اس کے سینے سے

ٹکرائے اور دوبارا ٹیڑھے ہو کر زمین پر گر پڑے۔اب تو ملکہ بڑی
حیران ہوئی۔

وہ تخت پر سے اٹھی اور عنبر کے پاس گئی وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کہیں
عنبر اپنی قمیص کے اندر پتھر کی کوئی سل تو نہیں چھپا رکھی۔عنبر کے پاس آ
کر اس کی قمیص پھاڑ ڈالی۔عنبر کا سینہ بالکل خالی تھا۔وہاں کوئی پتھر کی
سل نہیں تھی۔ملکہ فولانی نے حیرت سے عنبر کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔پھر
اس نے غصے میں آکر جلادوں سے کہا:

”دیوتا ناراض نہ ہو جائیں۔تیرے پھر سے نشانے پر چلاؤ۔“

جلادوں نے تیسری بار چلہ چڑھا کر تیر چلائے۔سن کی آواز کے ساتھ
تیر کمانوں سے نکلے اور عنبر کے ننگے سینے سے ٹکرا کر ٹیڑھے ہوئے اور
زمین پر گر پڑے۔عنبر نے مسکرا کر کہا:

ملکہ فولانی'میں پہلی بار تمہاری زبان میں تم سے بول رہا ہوں۔

یاد رکھو۔تمہاری عورتوں کے سارے تیر ختم ہو جائیں گے۔مگر میرے
سینے پر زخم کا معمولی سا نشان بھی نہیں آئے گا۔“

ملکہ فولانی تو دنگ رہ گئی۔پہلی حیرت اسے یہ بھی کہ عنبر کے سینے پر تیر
نہیں لگ رہے۔دوسری حیرت اسے یہ ہوئی کہ وہ اس کی زبان
بولنے لگا ہے۔مگر ملکہ بڑی ضدی تھی۔وہ دیوتاؤں کے آگے قربانی
ضرور دینا چاہتی تھی۔اس نے طیش میں آکر حکم دیا کہ اس گستاخ
جادوگر نوجوان پر شیر چھوڑ دیا جائے۔

”یہ جادوگر ہے۔اسے جادوگری کا مزہ چکھایا جائے۔دیوتاؤں کی
خواہش یہی ہے کہ اس جادوگر کو اپنے جادو سمیت قربان کر دیا
جائے۔اسے شاہی ببر شیر کیا کے آگے ڈال دیا جائے۔“

اسی وقت شاہی شیر کو زنجیروں میں بندھا ہوا لایا گیا۔عورتوں نے
اپنے اپنے نیزے تان لیے کہ اگر شیر ان پر حملہ کرے تو وہ اپنا بچاؤ کر

سکیں۔عنبر سے دس قدم کے فاصلے پر لا کر شیر کی زنجیر کھول دی گئی۔یہ شیر بڑا جوان شیر تھا۔بڑا خونخوار شیر تھا۔وہ اپنے زرد دانت نکالے غرا رہا تھا۔عنبر کو دیکھ کر اس نے ایک بھرپور گرج ماری اور عنبر پر لپک کر حملہ کر دیا۔شگفتا کی جان ہی نکل گئی۔

اس نے عنبر کی ہلکی سی کرامت دیکھ لی تھی۔اب اسے بھی کچھ یقین سا ہو گیا تھا۔کہ عنبر واقعی ایک جادوگر ہے۔مگر اسے اس بات کا شک تھا۔ کہ عنبر کا جادو شیر کے حملے کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔شیر کے آگے عنبر کا سنبھلنا بڑا مشکل تھا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔شیر گرجتا' غراتا' اچھلتا ہوا عنبر کی طرف بھاگا۔عنبر اب بھی مسکرا رہا تھا۔شیر نے پوری طاقت سے اپنے پنجہ عنبر کے چہرے پر مارا اور وہی ہوا جس کی عنبر کو امید تھی۔ شیر درد سے تڑپ اٹھا۔کیونکہ اس کا پنجہ عنبر کے چہرے کی بجائے ایک پہاڑ سے جا کر ٹکرایا تھا۔اس کا پنجہ زخمی ہو گیا اور کئی ناخن ٹوٹ گئے۔

جہاں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔شیر غصے میں آ گیا۔اس نے دوسری بار حملہ کیا۔وہ بہت زیادی غصے میں تھا۔اس دفعہ شیر نے بائیں ہاتھ کا پنجہ پہلے سے زیادہ طاقت کے ساتھ عنبر کی گردان پر مارا۔اس حملے کی آواز سے رات کے وقت سارے کا سارا جنگل گونج اٹھا۔شگفتا کو یقین تھا کہ اس زوردار پنجے نے عنبر کی گردان اڑا دی ہو گی۔مگر وہ یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی کہ عنبر اسی طرح درخت کے ساتھ بندھا مسکرا رہا تھا اور شیر دہرا ہو کر زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔شیر تیسری مرتبہ اٹھ کر عنبر پر حملہ آور ہوا۔اس بار شیر نے عنبر کو زور سے ٹکر ماری۔عنبر سے ٹکراتے ہی شیر زمین پر پتھر کے ستون کی طرح گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

اب تو ہر طرف ایک سناٹا چھا گیا،جلاد عورتیں ڈر کر پرے ہٹ گئیں۔عنبر نے تھوڑا سا جھٹکا مار کر وہ زنجیریں توڑ ڈالیں جن کے ساتھ وہ درخت سے بندھا ہوا تھا۔ملکہ فولانی تخت پر اٹھ کر کھڑی ہو

گئی شگفتلا کے چہرے پر حیرانی بھی تھی اور خوشی بھی۔ عنبر نے ملکہ کے تخت کے پاس آ کر کہا:

"سنو اے جزیرے کی ملکہ، تمہیں معلوم ہو گیا۔ کہ میں طاقت میں تمہارے دیوتاؤں سے بھی بڑا ہوں۔ مجھے دنیا کی کوئی طاقت ہلاک نہیں کر سکتی۔ تم اور تمہاری ساری جادوگرنیاں بھی مل جائیں تو میرے جسم پر سے ایک بال تک نہیں اکھاڑ سکتیں۔ میں چاہوں تو اس جزیرے کا بادشاہ بن کر تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ مجھے تمہارے جزیرے میں رہنا پسند نہیں۔

میں واپس اپنے ملک جانا چاہتا ہوں۔ وہاں میرے لوگ، میرے بھائی بہن میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں یہاں نہیں رہوں گا۔ لیکن آج سے اس روز تک جب کہ میں اس جزیرے سے روانہ نہیں ہوتا۔ تم

لوگ میرے غلام اور کنیزیں ہو۔ میں جو حکم دوں گا تمہیں ماننا پڑے گا اس لیے کہ میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ میں تمہارا دیوتا ہوں۔"

ملکہ فولانی تخت سے اتر کر عنبر کے پاس آ کر جھک گئی۔ اسے جھکتے دیکھ کر ساری کی ساری ظالم عورتیں بھی جھک گئیں۔ ملکہ نے کہا:

"اے عظیم دیوتا، تو ہمارا مالک ہے، تو ہمارا بادشاہ ہے۔ ہم سب تیرے غلام ہیں۔ تو جو چاہے گا، وہی اس جزیرے پر ہو گا۔ ہماری خواہش ہے کہ تو ہمیشہ اس جزیرے پر آباد رہے۔ ہم خوشی سے تیری اطاعت کریں گے اور تیرے ہر حکم کو تسلیم کریں گے۔ میں اور میری رعایا آج سے تیرے غلام ہیں۔"

"تمہیں عقل آ گئی۔ اس کے لیے میں خوش ہوں۔ لیکن ایک بات میں تمہیں کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ میں انسانی قربانی کا جانی دشمن ہوں۔ آج کے بعد اس جزیرے پر کسی انسان کی قربانی ہرگز

ہرگز نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے اس جزیرے پر میرے جانے کے بعد
بھی کسی بے گناہ یا گنہ گار انسان کو قربان کیا تو میں اپنی طاقت سے اس
جزیرے کو آگ لگا دوں گا۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں جہاں اور
جس وقت چاہوں آگ لگا دوں۔ میں پہلے روز ہی تمہیں اپنی طاقت
سے اپنا غلام کر سکتا تھا مگر میں نے اس لیے ایسا نہیں کیا کہ شاید تم خود
ہی سمجھ جاؤ۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تمہیں
ایسی کرامت دکھاؤں گا جسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور یقین
کرو گے۔ پھر تم سیدھے راستے پر آ جاؤ گے اور تمہیں میرے دیوتا
ہونے کا اعتبار آ جائے گا۔ کیا تم لوگ وعدہ کرتے ہو کہ آج کے بعد تم
کبھی کسی انسان کی قربانی نہیں دو گے؟“

سب عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا:

”اے عظیم دیوتا، ہم وعدہ کرتی ہیں کہ آئندہ کبھی اس جزیرے پر کسی

انسان کو قربان نہیں کیا جائے گا۔“

عنبر نے ملکہ فولانی کی طرف توجہ دے کر کہا:

”ملکہ فولانی، کیا تم بھی وعدہ کرتی ہو کہ اس جزیرے پر پھر کبھی ایسا ظلم
نہیں ہوگا؟“

ملکہ نے عنبر کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

”میں قسم کھا کر وعدہ کرتی ہوں کہ اس جزیرے پر آج کے بعد سے پھر
کبھی کسی انسان کا خون نہیں بہایا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے مجھے یقین آ گیا۔ شکنتلا آگے آؤ۔“

شکنتلا جلدی سے آگے آ گئی۔ عنبر نے کہا:

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ عورت کون ہے؟“

فولانی نے کہا:

”اس عورت کو ہم نے جزیرے کے ساحل پر پڑے پایا تھا۔ اس کا

جہاز غرق ہو گیا تھا۔ اور بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر یہاں تک پہنچی تھی۔"

"اور پھر تم نے اسے بھی اپنی کنیزوں میں شامل کر لیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم جس عورت کو پکڑتیں اسے غلام یا کنیز بنا لیتیں اس کی سزا تمہیں ملنی چاہیے؟"

ملکہ فولانی نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"رحم اے عظیم دیوتا۔ مجھ پر رحم کرو۔"

عنبر نے گرج کر کہا:

"تم نے بڑے ظلم کیے ہیں۔ تمہیں سزا ضرور ملے گی اور تمہاری سزا یہ ہے کہ جب تک میں اس جزیرے میں ہوں، تمہارے گلے میں زنجیر ڈال کر مندروالی اس جھونپڑی میں بکری کی طرح باندھ کر رکھا جائے گا جہاں مجھے باندھا گیا تھا۔"

عنبر نے جلادوں کو حکم دیا کہ ملکہ فولانی کو لے جا کر مندروالی جھونپڑی میں بند کر دیا جائے۔

عنبر کا حکم مان لیا گیا۔ اور فولانی کو جھونپڑی میں بند کر دیا گیا۔

بہار کا موسم آنے کو تھا اور بارشیں شروع ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے ملکہ فولانی کو بخار ہو گیا۔ اور عنبر کے حکم پر ایک بادبانی کشتی تیار ہونے لگی۔

پراسرار جہاز

جزیرے پر بارشوں کا موسم لمبا ہو گیا۔

ہر وقت آسمان پہ بادل چھائے رہتے۔ تھوڑی دیر بعد بارش ہو جاتی۔ یہ وہاں کا برسات کا موسم تھا۔ ملکہ فولانی اب عنبر کی بڑی خیر خواہ بن گئی تھی۔ اس نے بتایا کہ برسات کا موسم کم از کم چار ماہ تک ضرور رہتا ہے۔ عنبر کے لئے انتظار کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ سمندر میں بھی بڑا طوفان تھا۔ بڑی بڑی لہریں اٹھ کر ساحل سے ٹکراتی رہتیں۔ شکنتلا بھی بڑی بے تابی سے موسم کے پرسکون ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ بادبانی کشتی کو ایک بڑے گنجان درخت کے نیچے چھپا دیا گیا تھا۔ ایک رات ملکہ فولانی بڑی سخت بیمار ہو گئی۔ اسے اس قسم کا بخار ہوا کہ وہ بے ہوش ہو گئی اور اس کا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا۔

جزیرے کی جنگلی عورتوں کے خیال میں ان کی ملکہ اب مرنے والی تھی کیوں کہ جزیرے میں آج تک جس کسی کو اس قسم کا بخار ہوا تھا وہ کبھی زندہ نہیں بچا تھا۔ عنبر نے ملکہ کی حالت دیکھی تو شکنتلا سے کہا کہ وہ جزیرے کے جنگل میں جا کر بیر بہوٹی کے پھول لے آئے۔ شکنتلا اسی وقت کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر جنگل میں گئی اور بیر بہوٹی کے سرخ پھول چن کر لے آئی۔ عنبر نے ان پھولوں کو گرم پانی میں بھگو کر ان کا عرق نکالا اور اس کے قطرے ملکہ کے حلق میں ٹپکائے۔ ساری جنگلی عورتیں بڑی حیرانی سے عنبر کو علاج کرتے دیکھ رہی تھیں۔ عراق کے ٹپکائے جانے کے ساتھ ہی ملکہ کا سانس درست ہو گیا اور بخار کی شدت بھی کم ہو گئی۔

تھوڑی دیر بعد ملکہ ہوش میں آ گئی۔ عنبر نے ان تمام عورتوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور انہیں سمجھایا کہ آئندہ جب کسی کو اس قسم کا بخار ہو تو اس کا

علاج بیر بہوٹی کے عرق سے کیا جائے۔ملکہ عنبر کی عقل مندی سے
بے حد متاثر ہوئی۔اس نے اسے کہا:

""عنبر' اگر تم ہمارے جزیرے پر رہ جاؤ تو یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی
ہو گی۔ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا کر رکھیں گے۔""

عنبر نے کہا:

""ملکہ فولانی' میرے کچھ فرائض ہیں جو میں نے ابھی جا کر پورے
کرنے ہیں۔مجھے شکنتلا کو اس کے خاوند کے پاس پہنچانا ہے۔جاپان
میں اپنی ایک بہن ماریا اور بھائی ناگ سے جا کر ملنا ہے۔انسان کا جو
فرض ہے وہ اسے سب سے پہلے پورا کرنا چاہیے اور اس کے مقابلے
میں اگر دنیا کے عیش و آرام بھی ملتے ہوں تو چھوڑ دینے چاہیں۔ایسا
آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا جو دنیا کے عیش تو سارے کرتا ہے مگر فرض
ایک بھی ادا نہیں کرتا۔اس لیے مجھے معاف کیا جائے۔میں اس

جزیرے میں بیٹھ کر خود آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکتا جب تک میرے
بھائی اور بہنیں تکلیف میں زندگی گزار رہے ہوں۔""

ملکہ نے کہا:

""شاباش ہے تمہارے اے نیک دل اور فرض شناس انسان تم جتنے
بہادر ہو اتنے ہی ذمے دار اور اچھے انسان بھی ہو لیکن ایک بات میں
ضرور کہوں گی کہ اگر کبھی تم یہ سمجھو کہ تم نے اپنے سارے فرض ادا کر
لیے ہیں تو پھر اس جزیرے میں آ کر زندگی کے کچھ سال ضرور بسر
کرنا۔""

عنبر نے کہا:

""فولانی' میں نے زندگی میں کبھی کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔میں نے
آج تک جس سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کیا ہے انسان وہی اچھا ہے
جو اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔میں تم سے وعدہ نہیں کرتا۔

لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر کبھی مجھے زندگی میں یہ وقت ملا تو اس جزیرے پر ضرور آؤں گا۔"

اس رات ملکہ نے اپنے صحت یاب ہونے کی خوشی میں ایک زبردست دعوت دی۔ جزیرے کی تمام عورتوں کو کھانے پر بلایا گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ملکہ فولانی نے عنبر سے پوچھا:

"بھائی! اگر برا نہ مانو تو کیا میں ایک بات پوچھ سکتی ہوں؟"

عنبر سمجھ گیا کہ وہ کیا پوچھنا چاہتی ہے۔ اس نے مسکرا کر کہا:

"ہاں ملکہ ضرور پوچھو۔ لیکن میں جواب دینے کا وعدہ نہیں کرتا۔"

ملکہ نے کہا:

"تمہارے پاس یہ طاقت کہاں سے آئی ہے کہ تم پر موت کا ہاتھ اثر نہیں کرتا۔ تم زندہ رہتے ہو۔ تمہیں زخم نہیں لگتا اور تلوار تیر تم پر بے اثر ہو جاتے ہیں؟"

عنبر نے کہا:

"یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر تم ضد کرو گی تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ یہ ایک گہرا راز ہے۔ ایک ایسا راز جسے میں کسی پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

ملکہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ وہ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن عنبر نے اسے اپنا راز بتانے سے انکار کر دیا۔ وہ خاموش ہو گئی۔

پھر اس نے کہا:

"کاش، تم مجھے بھی اپنے راز میں شریک کر سکتے۔ کاش، میں بھی تمہاری طرح غیر فانی ہو سکتی۔"

عنبر بولا:

"یہ خدا کی مرضی ہے اور خدا کی مرضی کے بغیر اس کائنات کا ایک ذرہ

بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا۔ میرا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے
یہ طاقت خدا نے اپنے آپ مجھے دی ہے۔ میں اسے نہ آگے کسی کو
دے سکتا ہوں اور نہ اسے اپنے سے الگ کر سکتا ہوں۔ ہاں اتنا تمہیں
ضرور کہوں گا کہ اگر انسان نیک ہو جائے۔ اپنا فرض ایمانداری سے
ادا کرے تو موت کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

تم نے بڑے ظلم کیے ہیں۔ تم خدا سے توبہ کیا کرو۔ ہو سکتا ہے خدا ایک
دن تمہیں معاف کر کے میری طرح تمہیں بھی طاقت عطا کر دے۔

پھر عنبر پوچھا:

"مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم اس جزیرے میں کب سے ملکہ بن کر حکمرانی کر
رہی ہو؟ کیا تم اس جزیرے میں پیدا ہوئی تھیں یا تم بھی کسی جہاز کے
غرق ہونے کے بعد اس جزیرے کے ساحل پر آن لگی تھیں؟"

ملکہ فولانی نے ایک گہرا سانس لیا اور جیسے اپنے خیالوں میں گم ہو گئی۔

پھر سر اٹھا کر کہنے لگی:

یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ میں اس جزیرے میں پیدا ہوئی تھی۔ میری ماں
جس جہاز میں سفر کر رہی تھی اسے طوفان نے آن گھیرا۔ وہ جہاز سمندر
میں غرق ہو گیا۔ میری ماں کسی طرح کشتی میں بیٹھ کر اپنی جان بچانے
میں کامیاب ہو گئی۔ کئی روز تک کشتی سمندر میں ہچکولے کھاتی رہی۔

پھر ایک بہت بڑی لہر نے اسے اٹھا کر اس جزیرے پر پھینک دیا۔

میں چھوٹی سی تھی۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ میں اپنی ماں کے ساتھ سمندر میں
سفر کر رہی تھی۔ جہاز ڈوب گیا۔ میں ماں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گئی۔

پھر اس جزیرے پر کبھی کوئی جہاز نہیں آیا تھا اور یہاں سے نکل کر
واپس جانا مشکل تھا۔ پھر میری ماں ایک روز مر گئی۔۔۔۔

میری پرورش یہاں کی ایک جنگلی عورت نے کی۔ وہ بڑی جابر قسم کی
عورت تھی۔ اس نے مجھے بھی ظالم اور جابر بنا دیا۔ وہ مر گئی تو میں نے

یہاں عورتوں کو ملا کر ایک فوج بنائی۔ ان عورتوں کو جو قد کاٹھ کی بڑی
اونچی لمبی تھیں لڑنا سکھایا۔ ان کے آدمیوں کو جزیرے کے دوسرے
حصے کی طرف نکال دیا اور میں یہاں کی ملکہ بن گئی۔

عنبر نے پوچھا:

"تمہارے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ تم یہاں سے نکل کر کسی
دوسرے شہر میں جانے کی کوشش کرو اور وہاں جا کر ایک شریف اور
نیک دل عورت کی طرح اپنے بچوں میں زندگی بسر کرو؟"

ملکہ بولی:

"میرا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ میں ساری دنیا میں اکیلی تھی۔ میں اگر
یہاں سے نکل جانے کی کوشش بھی کرتی تو کس طرف جاتی؟ کس کے
گھر جاتی؟ کس ملک میں کس شہر میں جاتی؟ مجھے یہاں ہی رہنا تھا۔
میں یہیں کی ہو کر رہ گئی۔ یہاں مجھے جابر عورت نے جس قسم کی تربیت

دی ویسی ہی میں بن گئی۔ میری ماں ایک نیک دل عورت تھی۔ لیکن
جس نے میری پرورش کی وہ ایک ظالم اور سنگ دل عورت تھی۔ اگر
کوئی اچھی عورت میری تربیت کرتی تو میں ایک اچھی عورت ہوتی۔

عنبر نے کہا:

"تم نے ٹھیک کہا ملکہ فولانی' انسان کی تربیت ہی اسے اچھا یا برا بناتی
ہے' بہر حال اب مجھے خوشی ہے کہ تم ایک اچھی عورت بن گئی ہو اور تم
نے ظلم سے توبہ کر لی ہے۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا مگر جہاں بھی
ہوں گا یہ سوچ کر خوش ہوا کروں گا کہ دور سمندروں میں میری ایک
ایسی بہن رہ رہی ہے جو نیک عورت ہے۔ اچھی عورت ہے۔"

ملکہ فولانی نے حسرت سے کہا:

"کاش' میں اتنی خوش قسمت ہوتی کہ تم ایسا بھائی میرے پاس رہ
سکتا۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں ملکہ یہ تقدیر کا چکر ہے مجھے یہاں سے جانا ہی پڑے گا۔ اگر میں یہاں رہ سکتا تو ضرور رہتا۔ لیکن جیسا کہ میں تمہیں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ میرا فرض مجھے بلا رہا ہے اور میں ایسا انسان نہیں ہوں کہ اپنے آرام کے لیے اپنے انسانی فرض کو بھول جاؤں۔ مجھے معاف کر دینا میں مجبور ہوں۔"

باتوں ہی باتوں میں رات گہری ہوتی گئی۔ ملکہ کو نیند آنے لگی تھی۔ وہ سو گئی۔ عنبر واپس اپنی جھونپڑی میں آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد موسم کھل گیا۔ برسات گزر گئی۔ گہرے نیلے آسمان پر سورج چمکنے لگا۔ عنبر کے لیے سفر کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے تیاریاں شروع کر دیں اور کشتی میں تمام ضروری سامان رکھ دیا گیا۔ دوسرے روز منہ اندھیرے وہ اس جزیرے سے روانہ ہونے والا تھا کہ ایک عجیب

واقعہ ہو گیا۔

ہوا یہ کہ دوپہر کو دور سے کسی بادبانی جہاز کے مستول نظر آئے۔

اس جزیرے پر کئی سالوں کے بعد یہ بادبانی جہاز نظر آیا تھا جزیرے کی ساری عورتیں ساحل پر آ گئیں اور جہاز کو ساحل کی طرف آتے دیکھ کر تکنے لگیں۔ ملکہ نے عنبر کو ساتھ لیا اور سمندر کے کنارے ایک ٹیلے پر کھڑی ہو کر بڑے غور سے جہاز کو قریب آتے دیکھنے لگی۔

"عنبر یہ ایک عجیب بات ہے۔ یہ جزیرہ عام سمندری راستوں سے بالکل پرے ہٹ کر ہے۔ یہاں کبھی کوئی تجارتی جہاز نہیں آیا۔ پھر یہ جہاز کون سا جہاز ہو سکتا ہے؟"

عنبر نے کہا: "کہیں یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز نہ ہو؟"

ملکہ بحری ڈاکوؤں کے جہاز کا نام سن کر ایک بار تو کانپ گئی۔ کیونکہ اس کی عورتوں کی فوج بحری ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"بحری ڈاکو بڑے جفاکش اور طاقت ور ہوتے تھے۔ وہ جس جزیرے پر حملہ کرتے اسے اجاڑ اور ویران کر کے رکھ دیتے۔"

ملکہ نے کہا:

"عنبر نے ملکہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے ملکہ! اگر بحری ڈاکوں کو جہاز ہے۔ تو پھر کیا ہوا۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر ان ڈاکوؤں نے ہمارے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تو خدا کی قسم میں اکیلا ان سب کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالوں گا اور ان کے جہاز کو آگ لگا دوں گا۔ تم اس جہاز کو قریب تو آ لینے دو۔"

اچانک ملکہ کو خیال آیا کہ عنبر کو تو کوئی بھی شخص ہلاک نہیں کر سکتا، جب کہ یہ جسے چاہے مار سکتا ہے۔ ملکہ کو کافی تسلی ہوئی۔ اس نے جہاز کے بادبانوں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا:

"جہاز پر بحری ڈاکوؤں کا خوفناک جھنڈا نہیں ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ جہاز بحری ڈاکوؤں کا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے جہاز پر سیاہ رنگ کا پرچم ضرور ہوتا ہے۔ جس پر کھوپڑی اور ہڈیوں کا نشان بنا ہوتا ہے۔"

عنبر بولا:

"تو پھر یہ جہاز کس کا ہے؟"

اب جہاز سمندر کی لہروں پر بہتا ساحل کے بہت قریب آ چکا تھا۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جہاز پر کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ نہ کوئی سواری اوپر عرشے پر کھڑی تھی اور نہ کوئی جہازی ملاح ہی دکھائی دے رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ جہاز اپنے آپ بہا چلا آ رہا ہے۔

ملکہ نے کہا:

"یہ کوئی جادو کا جہاز معلوم ہو رہا ہے۔ اس پر ایک بھی انسان چلتا پھرتا

دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دیوتا معاف کریں۔ نہ معلوم یہ کسی بھوت
پریت کا جہاز ہے یا کیا ہے؟"

عنبر بھی بڑے غور سے جہاز کو جزیرے کے ساحل پر آتے دیکھ رہا تھا۔

جہاز بالکل ویران لگ رہا تھا۔ عرشے پر نہ کوئی آدم نہ آدم زاد۔۔۔۔

یا خدا یہ معاملہ کیا ہے؟ جزیرے کی ساری عورتیں جہاز کو تک رہی تھیں

جہاز زیادہ بڑا نہیں تھا۔ ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز تھا جو عام طور قریب
قریب کی بندرگاہوں کے درمیان تجارت کیا کرتے ہیں یہ چھوٹا سا
جہاز ساحل پر آن لگا۔

اب ہر کوئی اس جہاز پر جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ کیونکہ جہاز کے
بادبان پھٹے ہوئے تھے اور سمندر کی ہوا میں ڈراؤنے انداز میں لہرا رہا
تھا۔ عنبر سب سے پہلے جہاز پر جا کر سوار ہو کر اس کو دیکھنے لگا۔

خونی بن مانس

جہاز پر تجارت کا سامان کچھ نہیں تھا۔

لیکن وہاں ایک اور شے بھی تھی جس کا علم کسی کو نہیں تھا۔ عنبر اور فولانی
نے جہاز کا کونا کونا چھان مارا۔ انہیں سوائے ادھر ادھر بکھری ہوئی
ہڈیوں کے اور کچھ نہ ملا۔

یہ ہڈیاں انسانی ہڈیاں تھیں۔ کچھ انسانی کھوپڑیاں تھیں۔ جو کپتان
کے کیبن کے عقبی کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔ وہ بڑے حیران ہوئے
کہ یہ ہڈیاں کن کی ہیں؟ اگر یہ ملاحوں کی ہڈیاں ہیں تو انہیں کس نے

قتل کیا؟ اگر یہ لوگ سارے قتل ہو گئے تو کپتان کی لاش ابھی تک صحیح وسالم کیوں پڑی ہے؟ اس قسم کی باتیں وہ سوچتے ہوئے جہاز سے نیچے اتر آئے۔

ملکہ اور عنبر نے اعلان کر دیا کہ رات کو جہاز کے اوپر کوئی نہ جائے۔ ویسے جہاں جہاز کھڑا تھا وہاں کچھ جنگلی عورتوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ عنبر ایک رات چھوڑ کر اس جزیرے سے رخصت ہو رہا تھا۔ وہ اپنے جھونپڑے میں جا کر سو گیا۔ اس نے کشتی پر ضرورت کی تمام چیزیں ہی جمع کر دی تھیں۔ اس کے دل میں ایک خیال آیا تھا کہ وہ اس پراسرار جہاز کو کیوں نہ اپنے سفر کے لیے استعمال کرے؟ پھر اس نے یہ سوچ کر ارادہ ترک کر دیا کہ خدا جانے جہاز کہیں منحوس ہی نہ ہو اور پھر یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ جہاز کتنی دیر تک چل سکے گا۔ ویسے بھی اتنے بڑے جہاز کو سنبھال کر لے چلنا دوآمیوں کے لیے بڑا

مشکل تھا۔ عنبر سو گیا تھا۔ ملکہ بھی اپنے جھونپڑے میں خواب خرگوش میں گم تھی۔ رات چاندنی تھی۔ چاند جزیرے پر اپنی روشنی پھیلا رہا تھا۔

بادبان کے اڑنے اور پھڑ پھڑانے سے بڑی ڈراؤنی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔ انہیں اپنے تن بدن کی ہوش نہیں تھی۔ صرف ایک عورت جس کا دل کمزور تھا جاگ رہی تھی۔

یہ جنگلی عورت ساحل کی ریت پر لیٹی بڑے غور سے بادبانوں کے پھڑ پھڑاتے کپڑے کو تک رہی تھی۔ جہاز سمندر میں ایک بہت بڑے بھوت کی طرح کھڑا تھا۔ ویران جہاز کا خیال اس کے ذہن کو پریشان کر رہا تھا۔ اسے کسی وقت یوں لگتا جیسے جہاز میں سے کوئی عجیب سی بلا باہر نکلی ہے اور رسی کی سیڑھی پر سے اتر کر اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔

یہ عورت اگرچہ جنگلی عورتوں کے ساتھ رہتی تھی مگر اس کا دل بڑا نازک

تھا اور وہ اکثر ڈر جایا کرتی تھی۔
جہاز کو تکتے تکتے اسے نیند آنے لگی۔ اس پر غنودگی چھا گئی اور وہ سو گئی۔
ٹھیک اس وقت جن اسے نیند آئی جہاز کے عرشے پر یچ مچ۔ ایک عجیب وغریب سی بلا نمودار ہوئی۔ اس بلا کی شکل افریقہ کے بن مانس سے ملتی جلتی تھی۔ مگر اس بن مانس کا سر بہت چھوٹا۔ کندھے بے حد چوڑے اور سیاہ بالوں کے جنگل سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ ریچھ کی طرح جھکا ہوا تھا۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ یہ بن مانس چپکے سے جہاز کی سیڑھی پر نیچے اترا اور ساحل کی ریت پر آ کر ایک بہت بڑے گوریلے کی طرح آگے جھک کر اپنے لمبے لمبے بازو لہراتا دبے پاؤں آگے بڑھنے لگا۔ اس کے بازو اتنے لمبے تھے کہ لمبی لمبی تیز ناخنوں والی انگلیاں زمین کو چھو رہی تھیں۔

اس نے ایک جگہ کھڑے ہو کر جھکے جھکے ان جنگلی عورتوں کو دیکھا جو جزیرے کی گرم چاندنی رات کی ٹھنڈی ہوا میں مست ہو کر سو رہی تھیں جنگلی عورتوں کے تیر کمان ان کے پاس ہی ریت پر پڑے تھے۔
اچانک اپنا ایک لمبا ہاتھ بڑھا کر اس بن مانس بلا نے سوئی ہوئی ایک جنگلی عورت کے منہ پر رکھ دیا۔ شاید اس نے عورت کا منہ بند کر دیا تھا۔ اس نے اتنے زور سے اس کا منہ بند کیا کہ جنگلی عورت طاقت ور ہونے کے باوجود منہ سے ایک آواز بھی نہ نکال سکی۔ وہ صرف ایک بار تڑپ کر رہ گئی اور پھر شاید بیہوش ہو گئی تھی۔ کالے بن مانس نے بے ہوش جنگلی عورت کو ایک کھلونے کی طرح اٹھایا' اپنے کندھے پر ڈالا اور بھاری بھاری قدم اٹھاتا جہاز کی طرف آ گیا۔
جہاز کے پاس آ کر اس نے رسی کی سیڑھی پر چڑھنا شروع کر دیا۔
جزیرے کے ساحل پر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ ان میں جہاز کی

کالی بلا ایک عورت کو اٹھا کر لے گئی ہے۔ بن مانس جہاز کے اوپر جا
کر جنگلی عورت کو کپتان کے کیبن میں لے آیا۔ بیہوش عورت کو اس
نے ایک کونے میں پھینک دیا۔ پھر کپتان کی لاش کو اٹھایا اور عرشے پر
جا کر اسے سمندر میں پھینک دیا کپتان کی لاش سمندر میں ڈوب گئی۔
بن مانس نے واپس کیبن کی لاش سمندر میں ڈوب گئی۔ بن مانس نے
واپس کیبن میں آ کر بے ہوش جنگلی عورت کو جھک کر غور سے دیکھا اور
پھر اپنے ہاتھ کے لمبے لمبے چھریوں ایسے ناخن سے عورت کی گردن
کو ادھیڑنا شروع کر دیا۔ گردن میں سے خون کا فوارہ چھوٹا تو بن مانس
نے اس پر اپنا منہ رکھ دیا وہ لمبے لمبے گھونٹ خون کے پینے لگا۔ ایک
پل کی اندر اندر اس نے جنگلی عورت کے جسم کا سارا خون پی لیا۔۔۔۔
عورت مر چکی تھی اور اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں رہا
تھا۔

خون پینے کے بعد بن مانس نے مری ہوئی جنگلی عورت کی رانوں اور
بازوؤں کا بھرا بھرا گوشت کھانا شروع کر دیا۔ جب اس کا پیٹ بھر گیا
تو اس نے جنگلی عورت کی باقی بچی ہوئی لاش کو اٹھایا اور جہاز کی پچھلی
طرف لا کر سمندر میں پھینک دیا۔

سمندر کی لہریں لاش کو بہا کر گہرے پانیوں میں لے گئیں۔ اس کام
سے فارغ ہو کر بن مانس نے خوشی سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ زور
زور سے مارے۔ اس طرح کرنے سے ڈھول ایسی آواز پیدا ہوئی
پھر وہ بھاگ کر جہاز کی نچلی منزل میں گیا اور اندھیری راہداری میں
کہیں غائب ہو گیا۔

جزیرے پر رات کا اندھیرا صبح کے اجالے میں بدلنے لگا ستارے ماند
پڑ گئے۔ چاند مغرب کی طرف جھک گیا۔ ساحل کی ریت پر سوئی ہوئی
جنگلی عورتیں ایک ایک کرنے اٹھنے لگیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان

میں سے ایک عورت غائب ہے۔اس عورت کو جگہ جگہ تلاش کرنے
بعد بھی جب ناکامی ہوئی تو وہ بھاگی بھاگی اپنی ملکہ کے پاس آئیں
اور اسے عورت کی گمشدگی کا واقعہ سنایا۔ملکہ اسی وقت عنبر کی جھونپڑی
میں آگئی۔عنبر کو جگا کر بتایا کہ اس طرح سے ایک عورت غائب ہوگئی
اور تلاش کرنے کے بعد بھی نہیں مل رہی۔عنبر بڑا پریشان ہوا اس نے
کہا!

’’وہ کہاں جا سکتی ہے اسے جزیرے میں تلاش کیا جائے وہ ضرور جنگل
میں کسی جگہ کھوگئی ہوگی۔‘‘

ملکہ نے کہا:

’’یہ ناممکن ہے کہ ہماری عورتوں میں سے کوئی جنگل میں کھو جائے یہ
تمام عورتیں جنگل کے چپے چپے سے واقف ہیں۔ان کے جنگل میں
جا کر گم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘

عنبر نے سر کھجاتے ہوئے کہا:

’’پھر وہ کہاں گم ہو سکتی؟ کہیں آدھی رات کو وہ سمندر میں تو نہیں ڈوب
گئی؟ گرمی سے گھبرا کر نہانے گئی ہو اور سمندر کی لہریں اسے بہا کر لے
گئی ہوں؟‘‘

’’ہماری عورتیں بڑی ماہر تیراک ہیں۔وہ طوفان میں بھی سمندر میں
تیر کر واپس آسکتی ہیں۔ایسا پرسکون سمندر تو ان کے لیے کچھ بھی نہیں‘‘

عنبر نے کہا:

’’تو پھر اسے زمین کھا گئی؟ آسمان نے نگل لیا؟‘‘

ملکہ بولی:

’’یہی تو میں حیران ہوں۔‘‘

بہرحال عنبر نے ملکہ اور دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر جزیرے کے
جنگل میں عورت کی تلاش شروع کر دی۔صبح سے شام تک جنگل کو

چھان مارا۔ مگر جنگلی عورت نے نہ ملنا تھا اور نہ وہ ملی۔

یہ ایک رات عجیب معاملہ وہاں پیدا ہو گیا تھا۔ اس گم ہو جانے والی عورت کی بڑی بہن غمگین تھی اور اپنی بہن کی یاد مین آنسو بہا رہی تھی۔ ایسی صورت میں عنبر وہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے جزیرے سے رخصتی ملتوی کر دی اور شکنتلا سے کہا کہ وہ دو روز بعد وہاں سے جائے گا۔ دوسرے روز رات کو جب ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو رات کے سناٹے میں وہی سیاہ خونی بن مانس جہاز کے عرشے پر پھر نمودار ہوا۔ یہ تو کسی عورت کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ویران آسیبی جہاز میں ایک بلا رہتی ہے۔ جو عورت کو اٹھا کر لے جاتی ہے۔ وہ ساری عورتیں دن بھر کی تھکی ماندی بڑے آرام سے سو رہی تھیں۔ بن مانس نے جہاز کے عرشے پر سے اٹھا کر نیچے ریت پر سوئی ہوئی عورتوں کو دیکھا اور اپنی لال لال انگارہ بنی آنکھوں کو نچاتا رسی کی سیڑھی پر پاؤں دھرتا

نیچے ریت پر اتر آیا۔ لمبے لمبے دبے دبے پاؤں رکھتا وہ پاس ہی سوئی پہلی جنگلی عورت کی پاس آ کر جھک گیا اور اپنی لال لال خونی آنکھوں سے اسے غور سے تکنے لگا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ عورت بے سدھ ہو کر سوئی ہے تو اس نے اپنا وہی پرانا ہتھکنڈا استعمال کیا۔

اس نے عورت کے منہ پر اپنا بھاری بھر کم ہاتھ سرہانے کی طرح رکھ کر زور سے دبا دیا۔ جنگلی عورت نے آنکھیں کھول دیں۔ مگر اس کا منہ اتنے زور سے بند کیا گیا تھا کہ وہ آواز تک نہ نکال سکی۔ اس کا سانس بند ہونے لگا۔ اس کی آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں۔

اپنے اوپر جھکے ہوئے خوفناک چہرے والے بن مانس کو دیکھ کر دہشت سے اس کا خون خشک ہو گیا۔ بن مانس نے اپنا ہاتھ اور زیادہ دبا دیا۔ عورت کا جسم تڑپا اور وہ ٹھنڈی ہو گئی۔

بن مانس نے مردہ عورت کو کندھے پر اٹھایا اور اسے لے کر جہاز کے

اوپر عرشے پر آ گیا یہاں اس نے اس عورت کو بھی پہلی عورت کی طرح زمین پر لٹا کر اس کی گردن کی رگیں کاٹ دیں۔ رگ کٹ جانے سے خون باہر ابلنے لگا۔ بن مانس نے کٹی ہوئی رگ پر اپنا منہ رکھا اور لپ لپ کر کے اس کا خون پینے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس نے عورت کے جسم کا سارا خون پی لیا۔ پھر اس نے عرشے کے تختے پر گرے ہوئے خون کو بھی صاف کر دیا۔ مردہ عورت کا تھوڑا سا گوشت کھانے کے بعد اسے اٹھا کر سمندر میں پھینکا اور خود جہاز کے نچلے حصے میں جا کر اندھیرے میں کہیں گم ہو گیا۔

اگلے روز جب معلوم ہوا کہ ایک اور عورت گم ہو گئی ہے تو وہاں شور مچ گیا۔ عنبر اور ملکہ نے تمام عورتوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان سے پوچھنا شروع کر دیا۔ کہ گم ہونے والی دوسری عورت کو آخری بار کس نے دیکھا تھا؟

ایک عورت نے آگے بڑھ کر کہا:

''میں نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے ریت پر سوتے دیکھا تھا۔''

دوسری عورت نے کہا:

''رات سونے سے پہلے اس نے میرے ساتھ باتیں کی تھیں۔''

تیسری عورت بولی:

''وہ بالکل تندرست اور خوش و خرم تھی اس لیے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی ختم کر لی ہو''

''ہمارے ہاں آج تک کبھی کسی عورت نے پریشان ہو کر اپنی زندگی کو ختم نہیں کیا۔ ہمارے جزیرے پر کبھی کوئی عورت پریشان نہیں ہوئی۔ ہم سب لوگ ہمیشہ ہنستے مسکراتے اور خوش رہتے ہیں۔''

عنبر نے کہا:

''پھر یہ چکر کیا ہے؟ یہ عورتیں کہاں گم ہونے لگی ہیں؟

غضب خدا کا ہر روز ایک عورت گم ہو رہی ہے۔"

ملکہ نے کہا:

"یہی تو میں پریشان ہوں۔ معلوم ہوتا ہے دیوتا ہمارے جزیرے پر اپنا قہر نازل کر رہے ہیں۔"

عنبر نے جھٹ ملکہ کو جواب دیا:

فولانی' ایسا کبھی نہ سوچنا۔ دیوتاؤں کو اس جزیرے پر اپنا قہر نازل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیوتا ان باتوں میں دلچسپی نہیں لیا کرتے۔"

ملکہ نے کہا:

"تو پھر تم ہی بتاؤ عنبر کہ میری جنگجو دلیر عورتیں کہاں گم ہو رہی ہیں۔ انہیں کون اٹھا کر لے جا رہا ہے۔"

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے کہا:

"ہاں تم نے ٹھیک یاد دلایا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس جزیرے میں رہنے والا کوئی شیر رات کو چپکے سے آتا ہو اور ایک عورت کو اٹھا کر لے جاتا ہو؟"

ملکہ نے کہا:

"لیکن ایسی حالت میں ریت پر اس کے پاؤں کے نشان تو ضرور ہونے چاہئیں۔ مگر ریت پر اس کے پاؤں کے نشان نہیں ہیں۔"

عنبر نے ساحل پر جا کر ریت کو غور سے دیکھا۔ وہاں سوائے عورتوں کے پاؤں کے نشانوں کے اور کوئی نشان نہیں تھا۔ اصل میں بن مانس کے پیروں کے نشان صبح اٹھ کر پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگنے والی عورتیں کے پاؤں کے نشان میں گم ہو گئے تھے۔ عنبر نے کہا:

"یہاں تو کسی شیر یا ریچھ کے پیرون کے نشان نہیں ہے ہیں اور اگر ہوں گے بھی تو اسے تمہارت ہی بے وقوف عورتوں نے مٹا دیا ہے۔"

لیکن ایک بات ضرور ثابت ہوتی ہے وہ کوئی بلا اس جزیرے میں موجود ہے جو عورت کو اٹھا کر لے جاتی ہے۔"

ملکہ سوچ میں پڑ گئی کہنے لگی:

"لیکن عنبر مجھے اس جزیرے پر حکمرانی کرتے سالہا سال گزر گئے ہیں۔ کبھی آج تک اس جزیرے پر ایسی بلا نے حملہ نہیں کیا۔ پھر آج یہ بلا سات سمندر پار کر کے کہاں سے آ گئی؟"

عنبر نے کہا:

"ایسا سکتا ہے ملکہ سمندر میں عجیب قسم کی جانور رہتے ہیں طوفان کے بعد کسی وقت بھی کسی سمندر سے کوئی جانور باہر نکل کر ساحل پر آ سکتا ہے۔"

ملکہ بولی:

مگر ایسا چالاک جانور کون سا ہو سکتا ہے جو نہ تو اپنے پیروں کے نشان چھوڑتا ہے نہ آواز نکالتا ہے اور چپکے سے ایک عورت کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔؟"

ملکہ کے اس سوال پر عنبر بھی سوچنے لگا کہ ملکہ سچ کہتی ہے ایسا جانور اس دنیا میں کون سا ہو سکتا ہے کہ جو نہ تو آواز پیدا کرے نہ اپنے پیروں کے نشان چھوڑے اور ایک نہ ایک عورت کو شکار کر کے لے جائے؟ ایسا تو آدم خور شیر بھی نہیں کرتا۔ نہ جنگلی ریچھ اتنی چالاکی سے شکار کرتا ہے۔ پھر یہ چکر کیا ہے؟ عنبر کا دماغ بھی دے گیا۔

اچانک عنبر کو خیال آیا کہ جہاز پر چل کر دیکھنا چاہیے کہ یہ کہیں جہاز پر تو کوئی کام نہیں ہو رہا؟

اس نے ملکہ فولانی کو ساتھ لیا اور جہاز کی سیڑھیاں چڑھ کر عرشے پر آ گیا۔ دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ ہر طرف روشنی ہوئی تھی ایکا ایکی ملکہ نے چونک کر کہا:

ادھر دیکھو عنبر' خون۔۔۔۔"

عنبر لپک کر ملکہ کی طرف گیا تو اسے عرشے کے تختے پر تازہ جمے ہوئے خون کے چوڑے چوڑے دو چار دھبے نظر آئے۔ اس نے دھبوں کو انگلی سے مل کر دیکھا۔ تازہ خون تھا۔ وہ ملکہ کی طرف اور ملکہ اس کی طرف پریشانی اور حیرانی سے دیکھنے لگی:

"یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے تو یہ خون اپنی عورت کا لگتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ جہاز کے کیبن میں آؤ۔"

جہاز کے کیبن میں جا کر انہیں معلوم ہوا کہ کپتان کی لاش غائب ہے اور وہاں بھی فرش پر خون کے کچھ دھبے بکھرے پڑے ہیں۔ مگر یہ خون زیادہ پرانا تھا۔ اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ کسی نے ان عورتوں کو جہاز پر لا کر قتل کر دیا ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ قاتل کون ہے۔ اور جہاز پر کہاں

چھپا ہوا ہے؟ انہوں نے جہاز کا ایک ایک کونا چھان مارا۔ مگر انہیں قاتل بن مانس کا کہیں نشان تک نہ ملا۔ وہ ناکام ہو کر جہاز سے نیچے اتر آئے عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے کہ اس جہاز کو آگ لگا دینی چاہیے۔"

ملکہ نے کہا:

"اس سے کیا ہوگا؟ ہمیں کل صبح جہاز پر جا کر ایک بار پھر پوری تسلی لینی چاہیے۔ قاتل ضرور اسی جہاز میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔"

خونی مقابلہ

جزیرے پر خونی رات کا اندھیرا پھر چھا گیا۔
عنبر اور ملکہ اگلے روز جہاز کی تلاشی لینے کا ارادہ کر کے اپنے اپنے
جھونپڑوں میں بڑے آرام سے سو رہے تھے کہ آدھی رات کے
سناٹے میں خونی بن مانس ایک بار پھر عرشے پر نمودار ہوا۔ چاند مشرق

کے افق پر ابھی ابھی نکلا تھا اور اس کی زرد روشنی بڑی دھیمی دھیمی تھی۔
جزیرے کے جنگل میں گہرا اندھیرا تھا۔ دور کسی گھنے درخت پر الو کے
بولنے کی آواز کبھی گونج جاتی تھی جو ساری فضا کو اور زیادہ ڈراؤنی
بنا دیتی تھی۔ خونی بن مانس نے عرشے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف
دیکھا۔

اور پھر چپکے سے جہاز کی رسی کے ذریعے نیچے ساحل پر اتر آیا۔
گیلی ریت پر پاؤں رکھتا وہ دبے دبے سوئی ہوئی جنگلی عورتوں کے
پاس آیا۔ ہر رات کی طرح اس نے ایک عورت کو جھک کر غور سے
دیکھا اور اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے بے بس کر دیا۔ عورت بے
چاری تڑپی اور تڑپ کے بے سدھ ہو گئی۔ وہ مر چکی تھی۔ بن مانس
نے اسے کندھے پر رکھا اور جدھر سے آیا تھا ادھر کو چلا گیا۔ جہاز کے
اوپر چڑھ کر اس نے جنگلی عورت کا خون پیا اور اس کی لاش کو سمندر

میں پھینک کر جہاز میں گم ہو گیا۔

صبح ہوئی تو جنگلی عورتوں میں سے ایک اور عورت غائب تھی۔

اب تو وہاں کہرام مچ گیا۔ عنبر نے اسی وقت ملکہ فولانی کو ساتھ لیا اور جہاز پر جا کر قاتل کی تلاش شروع کر دی۔ اچانک اس نے ایک بار فرش کے تختوں پر خون کے دھبے دیکھے۔ یہ تازہ خون کے دھبے تھے۔

عنبر نے کہا:

"قاتل اسی جہاز میں چھپا ہے۔ وہ عورت کا خون پی کر شاید لاش سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ ہم اسے تلاش کر کے چھوڑیں گے۔"

انہوں نے بڑی تیزی سے قاتل کی تلاش شروع کر دی۔

جہاز کو ایک بار پھر انہوں نے کھنگال ڈالا۔ لیکن خدا جانے بن مانس جہاز میں کس جگہ چھپ جاتا ہے کہ انہیں وہ کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ ملکہ کہنے لگی:

"میرا خیال ہے قاتل بلا یہاں نہیں ہے۔ وہ ضرور خون کرنے کے بعد جزیرے کے جنگل میں کسی جگہ چھپ جاتی ہو گی۔ ہمیں اسے جنگل میں تلاش کرنا چاہیے۔"

عنبر بولا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قاتل جہاز پر عورت کا خون کرلے اور پھر جہاز پر سے اتر کر جزیرے کے جنگل میں جا کر چھپ جائے؟ اگر اسے جنگل میں جا کر چھپنا ہے۔ تو پھر اسے عورت کو جزیرے پر لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

ملکہ نے کہا:

"اسی بات پر تو میں بھی حیران ہوں۔"

عنبر بولا:

"اس کا مطلب ہے کہ قاتل ضرور اسی جہاز میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

ہمیں اسے اسی جگہ تلاش کرنا چاہیے۔ آؤ ہم ایک بار پھر تلاش کرتے ہیں۔"

عنبر اور ملکہ فولانی نے ایک بار پھر جہاز میں جنگلی عورتوں کے وحشی قاتل کو تلاش کیا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ وہ قاتل جہاز میں کس جگہ چھپا ہوا ہے۔ آخر وہ تھک ہار کر واپس جزیرے پر آ گئے۔ عنبر نے کہا:

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم رات کو جزیرے کے ساحل پر چھپ کر اس کا انتظار کریں۔ کیونکہ وہ رات کو جنگلی عورتوں پر حملہ کرتا ہے۔"

فولانی نے کہا:

"کیا وہ آج رات بھی آئے گا؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ وہ جنگلی عورت کا بھیس بدل کر جہاز کے پاس ہی ساحل پر لیٹ جائے گا۔ تاکہ اگر قاتل آئے تو سب سے پہلے وہی سامنے لیٹا ہو۔ وہ اسی پر حملہ کرے اور وہ اسے پکڑ لے۔ فولانی نے اس بات کو پسند نہ کرتے ہوئے کہا:

"تم اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالتے ہو عنبر بھائی جزیرے میں سینکڑوں جنگلی عورتیں آخر کس دن کے لیے رکھی ہیں؟ وہ یہ کام کر دیں گی۔"

عنبر نی کہا:

"نہیں ملکہ، میں اب کسی عورت کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ کیونکہ قاتل جب عورت پر حملہ کرتا ہے تو وہ ایک ہی وار میں اسے ہلاک کر دیتا ہے اس کا مطلب ہے جب تک میں قاتل کے مقابلے کو پہنچوں گا وہ ایک عورت کو ہڑپ کر چکا ہوگا۔۔۔۔

اس لیے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں خود اپنے آپ کو جنگلی عورت کے روپ میں اس جگہ لٹا دوں۔ جب قاتل آئے تو بجائے کسی بیگناہ عورت کے مجھ پر حملہ کرے اور میں اسے پکڑلوں۔"

ملکہ کو اب ماننا ہی پڑا، چنانچہ عنبر کو جنگلی عورتوں نے تیار کرنا شروع کر دیا۔

اس کے سر پر نقلی بال لگائے، اسے جنگلی عورتوں کا لباس پہنایا۔ عنبر بالکل ایک جنگلی عورت لگنے لگا۔ شام ہو گئی۔ پھر رات کے سائے گہرے ہونے لگے۔ جزیرے پر رات آ گئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ سمندر تاریک ہو گیا۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے مگر اندھیرا بہت زیادہ تھا۔

عنبر جنگلی عورت بن کر جہاز کے بالکل پاس ہی ریت پر لیٹ گیا۔

دوسری تمام جنگلی عورتوں کو وہاں سے اٹھا دیا گیا۔

آدھی رات کے بعد مشرق کی طرف سے چاند نکلا۔

پیلا پیلا زرد اور اداس چاند۔ اس کی روشنی دھیمی دھیمی اور زرد زرد تھی۔ جزیرے کی رات پر دھیمی دھیمی ایک دھندسی پھیل گئی۔ عنبر چپ چاپ ریت پر لیٹا آسمان پر چمکتے ہوئے ننھے منے سینکڑوں ستاروں کو دیکھتا اور کبھی جہاز کے جنگلے کی طرف تکنے لگتا۔

کیونکہ اسے پورا یقین تھا کہ قاتل اسی جہاز کے جنگلے پر سے اس پر حملہ کرنے آئے گا۔ کبھی کبھی اسے خیال آتا کہ کہیں وہ جزیرے کے جنگل میں ہی نہ چھپا ہو۔ ایسی صورت میں وہ جنگل کی طرف سے آئے گا۔ پھر بھی وہ چاہے کسی طرف سے کیوں نہ آئے۔ وہ آج رات عنبر کے شکنجے سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ آج قاتل اگر آیا تو اس کی موت اسے گھیرا کر ادھر لائے گی۔

سمندر پر دھند پھیلی تھی۔ لہروں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

جزیرے پر گہرا سناٹا طاری تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ آسمان پر

آدھا چاند نکل آیا اور کبھی کبھی کوئی الو بول جاتا تھا۔عنبر بڑی خاموشی سے ریت پر لیٹا جہاز کر عرشے کو گھور رہا تھا۔اس کے اندازے کے مطابق قاتل جو کوئی بھی تھا۔وہ آدھی رات کے بعد حملہ کرتا تھا؛چنانچہ اسے اس وقت آجانا چاہیے تھا۔عنبر کا دل اسے بار بار کہنے لگا کہ قاتل آرہا ہے۔۔۔اور قاتل آگیا۔

عنبر بڑے غور سے جہاز کے جنگلے کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کسی بہت بڑی بلا کا بن مانس قسم کا سر ابھرا ہے۔عنبر نے ریت پر سے ذرا سا سر اٹھا کر بڑے غور سے اس بلا کو دیکھنے کی کوشش کی۔

اب وہ بلا ذرا اوپر ہو گئی تھی۔وہ ایک اونچے لمبے چوڑے ہاتھی بن مانس کو دیکھ رہا تھا جو آہستہ آہستہ منہ گردن اور سینہ اوپر اٹھاتا ہوا جہاز کے جنگلے پر نمودار ہو رہا تھا۔عنبر اس بات پر بڑا حیران تھا کہ اتنا بڑا بن مانس اور دیو کا دیو آخر اس جہاز میں کس جگہ چھپا رہا۔عنبر بن مانس کا

انتظار کرتے ہوئے اسے غور سے دیکھنے لگا۔یہ اسے ایک بہت بڑا بن مانس ہی لگا تھا۔

بن مانس نے جہاز کے لنگر والی سیڑھی کی مدد سے نیچے ساحل پر اترنا شروع کر دیا۔پھر وہ پانی میں شڑاپ شڑاپ گزرتا ہوا ساحل کی ریت پر آگیا۔عنبر سوچنے لگا کہ یہ بلا جنگلی عورتوں پر حملہ کرتی تھی۔وہ حملے کے لیے تیار ہو گیا۔بن مانس آہستہ آہستہ اپنے بھاری بھرکم پاؤں اٹھاتا عنبر کی طرف بڑھنے لگا۔پھر وہ رک گیا۔اس نے اپنی موٹی گردن گھما کر جزیرے کے ساحل کو چاروں طرف سے دیکھا اور زور زور سے سینے پر ہاتھ مارے۔

سینے پر ہاتھ مارنے سے ڈھول کی سی آواز پیدا ہوئی۔بن مانس بے چین ہو گیا تھا۔کہ اس کی شکار جنگلی عورتیں کہاں چلی گئیں۔اسے سخت بھوک لگ رہی تھی۔وہ ایک جنگلی عورت کا خون پی کر اس کا

گوشت کھا کر اپنی بھوک مٹانا چاہتا تھا۔ مگر وہاں ایک بھی جنگلی عورت دکھائی نہیں دے رہی ہے لیکن یہ کیا۔ یہ ایک جنگلی عورت لیٹی ہوئی ہے۔

بن مانس کی نظر جزیرے کی رات کی ہلکی ہلکی چاندنی میں اس جنگلی عورت پر پڑی جس کا بھیس بدلے خود عنبر وہاں لیٹا ہوا تھا۔ بن مانس خوشی سے ناچ اٹھا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ جنگلی عورت یعنی عنبر کی طرف دبے پاؤں جھک جھک کر آگے بڑھنے لگا۔

عنبر تیار ہو گیا۔ وہ بھی کانی آنکھ سے بن مانس قاتل بلا کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ قریب آ کر بن مانس عنبر پر، جنگلی عورت سمجھ کر جھکا اور اپنی گردن ہلا کر اپنی لال لال آنکھیں نچا نچا کر اسے بڑے غور سے تکنے لگا۔

عنبر ڈر گیا کہ کہیں وہ اسے پہچان نہ لے کہ یہ تو مرد ہے عورت نہیں ہے

اور وہاں سے بھاگ نہ جائے، مگر عنبر نے دل میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ اگر بن مانس بلا نے بھاگنے کی کوشش کی تو وہ اس پر حملہ کر دے گا۔ عنبر کو خیال آیا کہ بن مانس تو پوری کی پوری بلا ہے، وہ اس کا مقابلہ کیسے کرے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ خود تو مر نہیں سکتا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بن مانس کو کیسے مار سکے گا؟ عنبر خدا جانے کیوں اپنے ساتھ تلوار وغیرہ نہیں لایا تھا۔ ملکہ وغیرہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جزیرے کے جھونپڑے میں لیٹی عنبر کی خیریت سے واپسی اور بلا کے قتل کا انتظار کر رہی تھیں۔ انہیں جزیرے میں سوائے گہری خاموشی کے اور کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

ملکہ عنبر نے اپنی خاص سہیلی جنگلی عورت سے کہا:

"عنبر کو ناحق ہم تکلیف دی" بلا اس جزیرے کے جنگل میں ہی کسی جگہ چھپی ہوئی ہے۔ وہ اگر جہاز پر ہوتی تو اب تک حملہ کر چکی ہوتی۔

اتنا بڑا جنگل چھوڑ کر اسے ایک ویران جہاز پر رہنے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟"

جنگلی سہیلی نے کہا:

"یہ تو ٹھیک ہے مگر یہ بھی تو سوچیے کہ اسے ایک خاموش اور الگ تھلگ جہاز چھوڑ کر جنگل میں جا کر چھپنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ ضرور جہاز میں ہی کسی جگہ چھپا ہوگا۔"

ملکہ بولی:

"مگر میرا دل نہیں مانتا۔"

ملکہ کا دل مانے یا نہ مانے۔ قاتل جزیرے پر جہاز میں سے نکل کر آ چکا تھا۔ جس وقت ملکہ اپنی سہیلی کی ساتھ باتیں کر رہی تھی ٹھیک اس وقت قاتل بلا یعنی بن مانس ریت پہ لیٹے ہوئے عنبر پر جھکا اسے اپنی لال لال آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر کو یہ خطرہ تھا کہ کہیں بن مانس اسے

پہچان نہ لے۔ ہو سکتا ہے کہ پھر وہ اسے مرد سمجھ کر اس پر حملہ نہ کرے کیوں کہ اب تک بن مانس نے عورتوں کو ہی ہڑپ کیا تھا۔

عنبر بڑے سکون سے آنکھیں بند کیے جان بوجھ کر ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ یہ بتانے کے لیے کہ وہ سو رہا ہے جب کہ وہ جاگ رہا تھا؛ البتہ اس نے اپنی آنکھیں ضرور بند کر رکھی تھیں۔ تا کہ بن مانس کو شک نہ پڑ جائے کہ وہ جاگ رہا ہے۔ بن مانس کو بھی جیسے کچھ شبہ سا ہو گیا تھا کہ کوئی عجیب و غریب سی شے زمین پر پڑی خراٹے لے رہی ہے۔

مگر جو کچھ تھا وہ انسان ضرور تھا کیوں کہ اسے انسان کے گرم گرم خون کی بو آ رہی تھی اور اس کی بھوک تیز ہو رہی تھی۔

بن مانس نے اپنا بھاری بھرکم بازو اٹھا کر اپنا ہاتھ عنبر کے منہ پر ایک گدی کی طرح رکھ کر اوپر سے دبا دیا۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کا دم گھٹ رہا ہے؛

حالاں کہ اس کا دم بالکل نہیں گھٹ رہا تھا۔ اگر بن مانس اس کا ناک اور منہ بھی بند کر دیتا جب بھی عنبر کا دم نہیں گھٹ سکتا تھا۔ وہ تو پانی کے اندر رہ کر بھی سانس لے سکتا تھا۔ بن مانس اپنی طرف سے پورا زور لگا کر عنبر کو یعنی جنگلی عورت کو ہلاک کر رہا تھا۔

عنبر نے دیکھا کہ بن مانس کی سرخ انگارا آنکھوں سے شعاعیں نکل رہی تھیں۔ یہ کوئی اس جزیرے کی بہت بڑی بلا تھی۔ جس نے کسی دوسرے جزیرے سے اچانک آ کر اس جزیرے کے رہنے والوں پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ اتنی بڑی بلا تھی کہ عنبر نے سوچا' بیچاری جزیرے کی عورتیں اس کا مقابلہ نہیں سکتی تھیں۔ اور پھر بن مانس کا حملہ اچانک اور آدھی رات کو ہوتا تھا۔ اور ایک دم سوئی عورت کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا تھا عورت نہ چیخ سکتی تھی' نہ وہ آواز نکال کر کسی دوسرے کو اپنی مدد کے لیے بلا سکتی تھی۔

عنبر کو گھٹن محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن وہ اپنی آواز منہ سے نکال کر کسی کو اپنی طرف بلا نہیں سکتا تھا۔ بن مانس نے جب دیکھا کہ جنگلی عورت یعنی عنبر مر چکا ہے تو اس نے عنبر کو کمر پر ڈالا اور چل دیا۔ یہی بن مانس پر حملے کا موقع تھا۔ کیوں جہاز پر چلے جانے سے عنبر دوسری عورتوں کو نہیں بلا سکتا تھا۔

عنبر نے بن مانس کے کندھے پر پڑے پڑے ایک زور سے چھلانگ لگائی اور اچھل کر نیچے ریت پر گر پڑا۔ بن مانس تو اسے دیکھتے رہ گیا۔ اسے کبھی یقین نہیں آ سکتا کہ جس عورت کو اس نے ہلاک کر دیا ہو وہ زندہ ہو اور پھر اس کی گرفت سے نکل کر بچ جائے۔ اس نے ایک زور دار چیخ ماری جس سے سارا جنگل گونج اٹھا اس کی چیخ کی آواز ملکہ فولانی اور جزیرے کی دوسری عورتوں نے بھی سنی۔

ملکہ نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے عنبر پر قاتل نے حملہ کر دیا ہے یہ کسی خطرناک وحشی بن مانس کی آواز تھی۔ ضرور اس جنگل میں کسی جزیرے سے کوئی خوفناک بن مانس آ گیا تھا۔ جو ہم پر رات کو حملہ کرتا تھا چلو عنبر کی مدد کو چلتے ہیں۔ اس نے ہماری خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال رکھی ہے۔"

"چلو ملکہ سلامت۔"

تمام جنگلی عورتیں ملکہ فولانی کے ساتھ تیر کمان اور نیزے پکڑ کر شور مچاتیں' جزیرے کے ساحل کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ٹھیک اس وقت عنبر اور بن مانس کا ریت پر بڑا زبردست مقابلہ ہو رہا تھا۔ چاند میں عنبر اور بن مانس لڑتے صاف دکھائی دے رہے۔ بن مانس نے کئی بار عنبر کو اٹھا اٹھا کر زمین پر مارا۔ مگر عنبر کا کچھ بھی نہ بگڑا۔ وہ پھر سے اٹھ کھڑا ہوتا۔ بن مانس اپنی وحشی زندگی میں پہلی بار ایک ایسے نوجوان کو دیکھ رہا تھا۔ جس پر اس کے بھاری بھر کم مکوں اور تیز ناخنوں

کے حملے کا کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ بن مانس کے حملوں سے کئی بار عنبر کے پیٹ پر ناخنوں کی ہلکی ہلکی خراشیں آتیں اور وہ پھر سے ٹھیک ہو جاتیں۔ نہ خون کا ایک قطرہ بہتا اور نہ عنبر کے جسم پر کوئی چوٹ آتی۔ بن مانس کی حیوانی عقل بھی چکر کھا گئی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔

اس نے ایک بار پھر عنبر کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور پوری طاقت سے اسے ریت کی زمین پر دے مارا۔ ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے زمین پر آٹے کی بوری کے گرنے سے ہوتی ہے۔ بن مانس نے جھک کر عنبر کو دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مر چکا ہوگا۔ مگر عنبر زندہ تھا۔ اور بن مانس کی طرف غصے بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ بن مانس نے دوسری بار حملہ کرنا چاہا ہی تھا کہ عنبر نے زمین پر سے ریت اٹھا کر بن مانس کی آنکھوں میں پھینک دی۔

آج تک کسی نے اس طرح بن مانس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ ابھی وہ کود ہی

رہا تھا کہ عنبر نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر پوری طاقت سے بن مانس کے منہ پر دے مارا۔ مگر بن مانس کو ایسے لگا جیسے کسی نے اس کی منہ پر ایک کنکر مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں ریت گھس گئی تھی اور وہ اندھا ہو گیا تھا۔ عنبر بار بار اس کے پیٹ میں گھونسے مار رہا تھا، مگر بن مانس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اب اسے افسوس ہونے لگا کہ وہ اپنے ساتھ کوئی تلوار یا نیزہ کیوں نہیں لایا۔ پھر اس نے سوچا کہ ملکہ کو اپنی عورتیں لے کر وہاں آ جانا چاہیے تھا تا کہ وہ بن مانس پر تیروں کی بارش کر دیتیں۔

کیونکہ عنبر تو مر نہیں سکتا تھا۔ وہ بن مانس گوریلے کو مار بھی نہیں سکتا تھا: بس یہی ہو سکتا تھا کہ بن مانس عنبر کے ساتھ لڑتے لڑتے خود ہی تھک کر گر پڑے۔ مگر بن مانس تھکنے والی چیز نہیں تھی۔ ادھر عنبر بھی مرنے والی شے نہیں تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کا مقابلہ ساری

رات اور پھر اگلے روز تک جاری رہ سکتا تھا عنبر نے زور سے ملکہ کو آواز دی۔ اس وقت ملکہ اپنی جنگجو عورتوں کے ساتھ جنگل میں سے نکل کر جہاز کے قریب ساحل کی ریت پر آ گئی تھی۔ اب جو انہوں نے اپنے سامنے ایک اونچے لمبے خوف ناک بن مانس کو عنبر کے ساتھ لڑتے دیکھا تو دنگ رہ گئیں۔

تو یہ تھی وہ بلا جو ان کی عورتوں کو ہر روز اٹھا کر لے جاتی تھی؟

لڑائی بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ بن مانس بار بار عنبر کو اٹھا کر زمین پر پٹخ رہا تھا۔ اسے توڑ مروڑ رہا تھا۔ مگر عنبر پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر بھی بن مانس کے ساتھ پوری طرح لڑائی کر رہا تھا مگر بات وہی تھی کہ نہ عنبر بن مانس کو مار سکتا تھا اور نہ بن مانس عنبر کو مار سکتا تھا۔

ملکہ نے دور ہی سے عنبر کو آواز دی۔

"فکر نہ کرو عنبر، ہم آ گئے ہیں۔"

اس آواز پر بن مانس نے چونک کر عورتوں کی طرف دیکھا جو ذرا پرے جنگ کرنے کے لیے قطار بنا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ ادھر عنبر کے بناوٹی بال بھی اتر گئے تھے اور وہ عورت سے پھر مرد بن گیا تھا۔ بن مانس پر اس بات کا بھی عجیب اثر ہوا کہ جس شے کو وہ عورت سمجھ رہا تھا وہ اچانک مرد بن گئی۔ اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور عورتوں کی طرف بھاگا۔ جنگلی عورتیں پہلے سے ہی تیار کھڑی تھیں اور وہ انتظار کر رہی تھیں کہ بن مانس بلا! عنبر سے الگ ہو تو اس پر حملہ کریں۔ اب جونہی بن مانس عنبر سے الگ ہو کر ان کی طرف دوڑا' جنگلی عورتوں نے ملکہ کے حکم پر کمانوں میں زہر میں بجھے تیر اور انہیں کھینچ کر پوری طاقت کے ساتھ بن مانس پر چلا دیے۔

پچاس تیر پوری رفتار کے ساتھ سن کرتے ہوئے ہوا میں اڑے اور بن مانس کی چھاتی میں جا کر گڑ گئے۔ بن مانس ایک بار ذرا ڈگمگایا مگر

پھر چیخ مار کر عورتوں کی طرف بڑھا۔ اس دوران میں ملکہ نے ایک خنجر عنبر کے پاس پھینک دیا تھا۔ عنبر نے خنجر سے بن مانس پر حملہ کر دیا۔ وہ بار بار اس کی پیٹھ میں خنجر گھونپ رہا تھا اور باہر نکال رہا تھا۔ بن مانس کے جسم سے خون بہنے لگا۔

"بن مانس کے سر پر تیر مارو۔"

عورتوں نے ایک بار پھر کمانوں میں تیر جوڑے اور عنبر کے حکم کے مطابق بن مانس کے سر پر تیر مار دیے۔ سارے تیر بن مانس کے سر میں گڑ گئے۔ بن مانس لڑکھڑایا۔ پھر اٹھا اور عورتوں پر حملہ کرنے بھاگا عورتیں بڑی ہوشیار اور دلیر تھیں۔ وہ لپک کر دوسری جانب ہو گئیں۔ عنبر نے خنجر بن مانس کے پیٹ پر چلانا شروع کر دیا۔ اب اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ اس کے پیر ڈگمگانے لگے تھے۔ جنگلی عورتوں نے قریب آ کر بن مانس پر نیزے پھینکے۔ کتنے ہی نیزے بن مانس کے

سینے، گردن اور پیٹ میں کھب گئے۔

اب اس کی حالت خراب ہونی شروع ہو گئی تھی اور بار بار لڑکھڑا رہا تھا، اس پر تیروں، نیزوں اور عنبر کے خنجروں کا حملہ برابر جاری رہا۔ آخر وہ گر پڑا۔ ریت پر گرتے ہی جنگلی عورتیں اس پر ٹوٹ پڑیں۔ انہوں نے نیزے مار مار کر بن مانس کا کچومر نکال دیا۔

مرنے سے پہلے بن مانس نے ایک آخری چیخ ماری جس نے سارے کے سارے جنگل میں ایک ایسی زبردست گونج پیدا کی کہ جنگل کے درختوں پر بیٹھے ہوئے سارے پرندے اڑ گئے۔

بن مانس ریت پر پڑا، خون میں لت پت زندگی کے چند آخری سانس لے رہا تھا۔ ملکہ فولانی دوسری عورتوں کے ساتھ عنبر کے پاس آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ عنبر کے جسم پر زخم کی ایک ہلکی سی خراش بھی نہیں تھی؛ وہ اس کی طاقت کو مان گئی۔

جزیرے سے روانگی

بن مانس کے گرتے ہی جنگلی عورتوں نے خوشی سے نعرے لگائے۔

اب صبح کا اجالا چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ عنبر اور ملکہ سب سے پہلے بن مانس کے پاس گئے۔ بن مانس دم توڑ رہا تھا۔ اس کی آواز ایسے آ رہی تھی جیسے کہیں کوئی سمندر کی لہریں چٹانوں سے ٹکرا رہی ہوں۔

عنبر نے ایک نیزہ لے کر بن مانس کے دل میں گاڑ دیا۔ بن مانس نے

ایک چیخ ماری اور ختم ہو گیا۔

جنگلی عورتوں نے اس کے ارد گرد ناچنا شروع کر دیا، ملکہ نے عنبر سے کہا:

"عنبر بھائی اگر تم بہادری اور جرات سے کام نہ لیتے تو ہمیں اس بلا کا سراغ نہیں مل سکتا تھا۔ نہ جانے ابھی کتنی عورتوں کو یہ بن مانس ہلاک کرتا۔"

عنبر نے کہا:

"فولانی' یہ میرا فرض تھا اور پھر مجھے معلوم تھا کہ یہ خوف ناک بلا عورتوں کو اور دوسروں کو تو ہلاک کر سکتی ہے مگر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اس لیے میں اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا خدا کا شکر ہے کہ یہ خونی بلا اپنے انجام کو پہنچی۔"

شگنتا نے بھی آ کر عنبر کو مبارک باد دی۔ اس روز سارے جزیرے

میں ایک خوف ناک بلا سے نجات حاصل کرنے کا دن منایا گیا۔ سارا دن جنگلی عورتیں ناچتی رہیں۔ انہوں نے عنبر کے گلے میں بے شمار پھولوں کے ہار ڈالے۔

بن مانس کی لاش کے ساتھ ہزاروں پتھر باندھ کر اسے سمندر میں ڈال دیا گیا۔ پتھر بن مانس کی لاش لے کر سمندر کی تہہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ بن مانس کی لاش پر سمندری مچھلیوں نے حملہ کر دیا اور جو بلا کل تک انسانوں کو گوشت کھاتی تھی' آج اس کا گوشت سمندر کی مچھلیاں کھا رہی تھیں۔ دنیا میں ہر برائی کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ اسی لیے عقل مند لوگوں نے کہا ہے کہ انسان کو برائی سے بچتے رہنا چاہیے۔

دو روز بعد عنبر نے ملکہ سے کہا:

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے اس جزیرے سے کوچ کر جانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ موسم پھر سے خراب ہو جائے اور میں اس جگہ رہ جاؤں۔"

ملکہ نے کہا:

"ہماری تو یہی خواہش ہے کہ تم ہمارے جزیرے میں ہی رہ جاؤ۔
مگر چوں کہ تم نے اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کے پاس جانا ہے
اس لیے میں تمہیں روک نہیں سکتی۔ میری رائے میں تم کل صبح یہاں
سے چلے جانا۔ کیونکہ صبح کے وقت سمندر کی لہریں پرسکون ہوتی
ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"ٹھیک ہے میں کل صبح یہاں سے چل پڑوں گا۔ اس جہاز کو اسی طرح
یہاں رہنے دینا۔ تم لوگ اگر چاہو تو اس پر اپنا گھر بنا سکتے ہو لیکن اس
میں خطرہ ہے کہ کسی بھی لہر کے آنے پر یہ جہاز یہاں سے بہہ کر گہرے
سمندر میں جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا لنگر ٹوٹ چکا ہے۔"

ملکہ نے کہا:

"ہم جزیرے کے درختوں پر جھونپڑیاں بنا کر رہتے ہیں۔ ہمیں وہاں
بڑا سکون ملتا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ہم اس جہاز کو آگ لگا کر
جلا ڈالیں گے۔ کیوں کہ اس میں ہماری عورتوں کا خون بہایا گیا ہے۔
ہم اس منحوس یادگار کو یہاں نہیں دیکھ سکتے۔"

عنبر بولا:

"میرا بھی یہی خیال ہے تم میرے بعد اس جہاز کے ساتھ جو چاہے
سلوک کرنا۔"

عنبر نے اسی روز شگفتا کے ساتھ مل کر جانے کی تیاری شروع کر دی۔
بڑی بادبانی کشتی کو نکال کر سمندر کے کنارے لایا گیا۔ اس میں کئی روز
کی خوراک اور پانی جمع کیا گیا۔ اس کی ہر طرح سے دیکھ بھال کی گئی
اور پھر وہ وقت بھی آ گیا۔ جب کہ عنبر کو اس جزیرے سے رخصت ہونا
تھا جس میں اس نے کچھ عرصہ گزارا تھا اور بڑے بڑے عجیب تجربے

کیے تھے۔ اصل میں عنبر کا بھی یہاں دل لگ گیا تھا اگر اسے اپنی بہن ماریا اور بھائی ناگ کی یاد نہ ستاتی تو شاید وہ اسی جزیرے میں آباد ہو جاتا۔ وہ اس جزیرے کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔ وہ بڑے مزے سے اس جزیرے میں اپنی باقی زندگی بسر کر سکتا تھا۔ لیکن اسے ماریا اور ناگ کا خیال رہ رہ کر آتا تھا کہ خدا جانے وہ کس حال میں ہیں اور وہ اس کے بارے مین کتنے پریشان ہو رہے ہوں گے۔

اس کی بادبانی کشتی سمندر میں اتار دی گئی۔ وہ شکنتلا کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گیا۔

جنگلی عورتوں نے انہیں پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا۔ ملکہ فولانی نے اپنے ہاتھ سے عنبر اور شکنتلا کے سر میں ناریل کا دودھ ڈالا۔ یہ اس جزیرے کی رسم تھی کہ وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ہر بہن اپنے بھائی کے سر میں ناریل کا دودھ ڈالا کرتی تھی۔ تا کہ اس کا سفر سکون

اور آرام سے کٹے۔

عنبر نے کہا:

فولانی بہن، مجھے آپ لوگوں کا اچھا سلوک بہت یاد آئے گا۔ میں اپنی بہن ماریا اور بھائی ناگ کو جا کر بتاؤں گا کہ جزیرے کے لوگ کتنے اچھے تھے اور انہوں نے اس کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا۔"

ملکہ کہنے لگی:

"عنبر بھائی، ہم بھی تمہیں بہت یاد کیا کریں گے۔ تم نے ہماری جس جس طرح سے مدد کی ہے۔ ہم اسے کبھی نہیں بھولیں گی۔ تم نے ہمیں ایک خوفناک بلا سے نجات دلائی۔ ہم تمہیں جلد سمندری سفر کے بعد بہن ماریا اور بھائی ناگ سے ملا دیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا بہن خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

نولانی نے شگفتہ کو بھی گلے لگایا اور اسے پیار سے الوداع کیا۔ کشتی کے بادبان کھول دیے گئے۔ ان میں ہوا بھر گئی اور کشتی نے کھلے سمندر میں سفر شروع کر دیا۔ سمندر بڑا پرسکون تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی بادبانی کشتی ساحل سے دور ہوتی گئی۔ جزیرے کے درخت دور ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ جزیرہ سمندر کی لہروں میں چھپ گیا اور بادبانی کشتی کھلے سمندر میں ہندوستان کی طرف سفر کرنے لگی۔

طوفان کی رات

بادبانی کشتی کھلے سمندر میں سفر کر رہی تھی۔

آسمان پر دھوپ کھلی تھی موسم بڑا سہانا تھا۔ سمندر کی لہریں بڑے سکون اور ٹھہراؤ کے ساتھ بہہ رہی تھیں۔ شگفتہ نے کھانے پینے کے سارے سامان کو بڑے سلیقے سے کشتی کے نیچے والے تہہ خانے میں اکٹھا کر کے رکھ دیا تھا۔ دوپہر کو اس نے خشک مچھلی تل کر بنائی۔ دونوں نے مل

کر کھانا کھایا اور پھل سے لطف اٹھایا۔ پھر وہ کشتی کے تختے پر جنگلے کے
پاس آ کر بیٹھ گئے۔ سمندر کی لہریں بڑے سکون اور آرام سے بہہ رہی
تھیں۔

طوفان کے کوئی آثار نہیں تھے۔ موسم خوشگوار تھا۔

شگفتنا نے پوچھا:

"عنبر بھائی اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو کب تک ہندوستان
کے ساحل پر پہنچیں گے؟"

عنبر نے کہا:

شگفتنا! اگر موسم اسی طرح خوشگوار رہا کسی طوفان نے ہمیں راستے سے
نہ بھٹکایا تو ہم ایک مہینے کے اندر اندر ہندوستان کے ساحل پر جا لگیں
گے۔"

شگفتنا بولی:

"عنبر کیا تمہارے پاس نقشہ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں شگفتنا! میرے پاس کوئی نقش نہیں ہے مگر میں ستاروں کے
حساب سے سمندروں میں سفر کرتا رہا ہوں۔ سمندر میرے لیے نیا
نہیں ہے۔ میں نے ان پانیوں میں بڑی آوارہ گردی کی ہے۔
میں ٹھیک راستے پر جا رہا ہوں ستارے کبھی دھوکا نہیں دیتے۔ وہ ہر
رات ٹھیک وقت پر اور اپنی ٹھیک جگہ پر نکلتے ہیں۔ ان کے زاویے بھی
بالکل سچے ہوتے ہیں۔ ان کی رہنمائی میں ہم ٹھیک راستے پر سفر کریں
گے۔"

شگفتنا نے کہا:

"مجھے اپنا گھر بار اب بہت یاد آنے لگا ہے۔ میرا شوہر میرے لیے
بے حد پریشان ہوگا۔ خدا جانے میرے بچے کی کیا حالت ہوگی؟ یہ

سب جب مجھے دیکھیں گے تو خوشی سے ناچ اٹھیں گے۔انہیں امید
ہی نہیں ہوگی کہ میں کبھی پھران سے مل سکوں گی۔''

عنبر نے کہا:

''شگفتہ!انسان کوخدا کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔
انہیں ہر وقت اپنے دل میں خدا کا خیال رکھنا چاہیے اور ہر مصیبت
میں اسی سے مدد لینی چاہیے۔جس کی مدد خدا کرتا ہے اسے کبھی دنیا کی
کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

شگفتہ کہنے لگی:

''ہاں عنبر بھائی بھگوان میں بڑی طاقت ہے۔بھگوان کو یاد کرنے
والا آدمی کبھی شکست نہیں کھاتا۔اس کی ہمیشہ فتح ہوتی ہے۔
میں ہمیشہ بھگوان سے خدا سے دعا کرتی رہی تھی کہ مجھے ایک بار اپنے
خاوند اور بچے سے ملا دے۔خدا نے میری دعا قبول کی اور تمہیں میری

مدد کے لیے بھیج دیا آج میں تمہارے ساتھ اپنے گھر بچوں کے پاس
واپس جا رہی ہوں۔''

عنبر نے شگفتہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا:

''تم خوش نصیب ہو شگفتہ بہن' خدا نے تمہاری دعا قبول کی اب دعا
کرو کہ موسم خوشگوار ہے راستے میں کوئی طوفان ہمارا راستہ نہ گھیرے
اور ہم خیر خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔''

شگفتہ دعا کرنے لگی عنبر بادبانوں کی رسیاں کھولتے ہوئے انہیں
دوبارا کسنے لگا کیونکہ ہوا کچھ تیز ہوگئی تھی۔جس کی وجہ سے بادبانوں پر
دباؤ زیادہ بڑھ جانے سے رسیاں تھوڑی ڈھیلی ہوگئی تھیں۔رسیوں کو
کس کر وہ کشتی پر دوزانو ہو کر خدا سے دعا مانگتی رہی کہ ان کا سفر آرام
سے کٹے اور وہ بہت جلد اپنے بچے اور گھر بار میں واپس پہنچ جائے۔

بادبانی کشتی سمندر میں بہتی چلی گئی رات کو عنبر کتنی دیر تک ستاروں کے

حساب سے ان کی کشتی بڑے صحیح راستے کی بڑی خوشی تھی۔ کیوں کہ وہ جلد سے جلد شگنتلا کو اس کے بچے' خاوند اور ماں باپ کے پاس پہنچا کر وہاں سے اپنی بہن ماریا اور ناگ کے پاس جانا چاہتا تھا۔

بادبانی کشتی میں انہیں سفر کرتے ہوئے دس روز ہو گئے۔ سمندری سفر بڑے سکون سے کٹا۔ شگنتلا صبح اٹھ کر عبادت کرتی۔ پھر ناشتہ بناتی۔ دونوں کشتی میں بیٹھ کر ناشتہ کرتے قہوہ پیتے۔ عنبر پھر بادبانوں کی مرمت شروع کر دیتا کیوں کہ دس بارہ دن کے سفر کے بعد دو ایک جگہ تھوڑے سے پھٹ جاتے۔ عنبر ہر روز ان کی مرمت کرتا۔

شگنتلا کشتی کے فرش کو صبح شام دو وقت پانی سے دھوتی اسے صاف کر کے چمکا دیتی۔ دن اسی طرح ہنسی خوشی اور مصروفیت کے ساتھ سمندر میں گزر رہے تھے۔ عنبر کو بڑی تسلی تھی کہ طوفان سے وہ بچے ہوئے

تھے۔ اگرچہ وہ طوفان کا موسم نہیں تھا۔ پھر بھی طوفان کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ خاص طور پر وہ جس سمندر میں اب داخل ہو گئے تھے وہ ایک گرم مرطوب علاقے کا سمندر تھا۔ یہاں گرم ہوائیں چلتی تھیں۔ جن کی وجہ سے فضاؤں میں رطوبت بڑھ جاتی تھی اور گرم ہو کر تیز ہوائیں چلا کرتی تھیں۔

اکیس روز بعد صبح سو کر اٹھے تو آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ عنبر نے بڑی تشویش کی ساتھ بادلوں کو دیکھا شگنتلا نے کہا:

"بھگوان رحم کرے یہ تو بادل آ گئے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"بادل آ گئے ہیں تو پھر کیا ہوا؟ بادل تو آسمان پر چھایا ہی کرتے ہیں۔

"نہیں عنبر بھائی' میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بادل بڑے خطرناک ہیں۔ دیکھو ان کی طرف دیکھو کیا یہ تمہیں خطرناک نہیں لگتے؟"

عنبر نے غور سے دیکھنے پر محسوس کیا کہ فضا میں کوئی غیر معمولی سا حبس
ہے۔ اس سے پہلے جب بھی اس قسم کا حبس اس نے دیکھا تھا وہاں
طوفان ضرور آیا۔ عنبر نے طوفان سے نپٹنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے
سارے انتظام کر لیے۔ تہہ خانے میں کھانے پینے چیزوں کو فرش پر
سے اٹھا کر اوپر خانوں میں بند کر دیا تا کہ اگر کشتی کے اندر پانی
آجائے کھانے پینے کی چیزیں بچ جائیں۔

بادبانوں کی رسیوں کو ڈھیلا کر دیا گیا۔ کیوں کہ اب تیز ہوا چلنا شروع
ہو گئی تھی اور بادلوں نے ہلکے ہلکے گرجنا شروع کر دیا تھا۔

شکنتلا تو بے حد ڈری ڈری سی تھی۔ عنبر نے اس کی ڈھارس بندھانے
کے لیے اسکی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا:

"اری بہن، تو تو سچ مچ ڈرنے لگی ہے۔"

شکنتلا نے جھوٹ موٹ مسکراتے ہوئے کہا:

"نہیں تو، میں تو بالکل نہیں ڈری ہوئی۔ میں تو بہادر لڑکی ہوں۔ بھلا
میں کیوں ڈرنے لگی۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"شاباش، تم سچ مچ بڑی بہادر لڑکی ہو۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ بھلا
شکنتلا ایسی لڑکی بھی کبھی معمولی سے طوفان سے ڈر سکتی ہے؟ اور پھر
طوفان تو کہیں بھی نہیں ہے۔ بس ذرا سی ہوا تیز ہوئی ہے اور بادلوں
نے گرجنا شروع کیا ہے۔ اور یہ تو سمندر میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔"

عنبر نے شکنتلا کا دل بہلانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر
دیں۔ پھر وہ شکنتلا کے بچے کا ذکر کرنے لگا۔

"شکنتلا، تمہارا بچہ کتنی عمر کا ہو گا؟"

شکنتلا کہنے لگی:

"چھوٹا سا ہے۔ بڑا پیارا بچہ ہے۔ جب مسکرا مسکرا کر میری طرف

دیکھتا ہے تو میری روح کو سکون نصیب ہوتا ہے بھگوان اسے سلامت
رکھے۔ میری زندگی اس کے اور اپنے خاوند کے بغیر آدھی رہ گئی ہے۔"

عنبر بولا:

"فکر کرنے کی کوئی بات نہیں شکنتلا تم اب بہت جلد اپنے خاوند اور
پیارے بچے کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ ہم ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں اور
صرف دس دن کا سفر ہی تو باقی رہ گیا ہے جہاں بیس دن گزر گئے ہیں
وہاں دس دن اور بھی گزر جائیں گے اور یہ بادل اور یہ ہوا کچھ نہیں
بگاڑ سکتی ہم نے طوفان میں سے گزر کر دیکھا ہے۔ پھر طوفان تو آئے
گا بھی نہیں۔ بس ذرا سے بادل ہیں گرج برس کر چلے جائیں گے۔"

لیکن اندر سے عنبر کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ طوفان آ رہا ہے اور بڑا شدید
طوفان آ رہا ہے کیونکہ اگرچہ ہوا چل رہی تھی لیکن فضا میں حبس موجود
تھا۔ یہ حبس اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ کوئی بہت بڑا طوفان آ رہا

ہے۔ عنبر کو اپنی فکر نہیں تھی وہ تو مصیبتوں اور تکلیفوں کا عادی تھا۔
طوفان میں اگر اس کی کشتی غرق بھی ہو جاتی تو وہ بڑے آرام سے
لکڑی کے کسی تختے پر بیٹھ کر گزارہ کر سکتا تھا آخر ایک نہ ایک روز تو
لکڑی کا تختہ بھی کنارے لگ جاتا ہے۔

لیکن اسے فکر تھی تو ساری فکر شکنتلا کی تھی۔ جو ایک عورت بھی تھی اور
ایک عام عورت بھی تھی۔ عام عورت ان معنوں میں کہ اس پر موت
حملہ کر کے اسے ختم کر سکتی تھی۔ لیکن عنبر نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک
شکنتلا کو اس کے شوہر اور بچے سے نہیں ملاتا اپنی بہن ماریا اور بھائی
ناگ سے نہیں ملے گا۔ پھر بھی طوفان سر پر کھڑا تھا۔ ہوا تیز ہو گئی تھی۔
اب مینہ بھی برسنا شروع ہو گیا تھا۔ مینہ کی بوچھاڑیں اور ہوا کے
تھپیڑے بادبانوں کو پھڑ پھڑا رہے تھے۔ عنبر شکنتلا کو لے کر نیچے
تہہ خانے میں آ گیا یہاں بارش سے بچ کر آرام سے بیٹھ گئے۔ کشتی

سمندر کی لہروں میں ڈولنا شروع ہوگئی تھی شکنتلا کا دل بھی ڈولنے لگا تھا۔ اس نے سمندر میں سفر ضرور کیا تھا مگر طوفان کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ہندوستان کا ساحل دو روز کے فاصلے پر رہ گیا تھا کہ سمندر میں طوفان آ گیا۔ بجلی زور زور سے کڑکنے لگی۔ ہوا بے حد طوفانی ہوگئی اور سمندر میں بڑی بڑی لہریں اٹھنے لگیں۔ بادبانی کشتی میں بارش کا پانی بھرنے لگا عنبر اور شکنتلا نے مل کر پانی کو باہر نکالنا شروع کر دیا۔ بادبان چونکہ کھلے تھے۔ اس لیے ان میں آندھی کی ہوا بھر کر کشتی کو پاگل بنا کر اڑائے لیے جا رہی تھی عنبر لپک کر اوپر آیا اور اس نے خنجر سے بادلوں کی رسیاں کاٹ دیں بادبان سمٹ گئے۔ اس سے جہاز کی رفتار اور ڈولنا بھی کم ہوگیا۔ سمندر یہاں پر بڑا گہرا تھا۔ یہ ایک حقیقت تھی کہ ان کی بادبانی کشتی طوفان میں صرف اس لیے بچی ہوئی تھی کہ وہ ہلکی پھلکی تھی اور لہریں اسے جدھر کو موڑتیں وہ مڑ جاتی تھی۔ اگر اس کی

جگہ کوئی بڑا بادبانی جہاز ہوتا تو وہ ضرور ٹوٹ پھوٹ جاتا۔

مگر اب طوفان اس قدر زیادہ بڑھ گیا تھا کہ اس ہلکی پھلکی کشتی کی بھی حالت خراب ہونے لگی تھی۔ لہروں کے تھپیڑے اسے کھلونے کی طرح لہروں پر اچھال رہے تھے۔ تہہ خانے میں بھی پانی بھر گیا تھا اور کھانے پینے کی ساری چیزیں بھیگ گئی تھیں۔

عنبر نے کہا:

شکنتلا میں اوپر جا کر بادبان کھول کر ان کا رخ مخالف سمت کو کرتا ہوں اس طرح شاید ہماری کشتی ڈوبنے سے بچ جائے۔"

شکنتلا نے روتے ہوئے کہا: "بھگوان کے لیے کچھ کرو عنبر بھائی۔"

عنبر نے کہا:

"اگر تم اسی طرح روتی رہیں تو میں کوئی کام نہ کر سکوں گا تم حوصلہ کیوں نہیں رکھتیں جب میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ ہمارا کچھ نہیں بگڑے

گا خدا ہمارے ساتھ ہے پھر تم کیوں گھبراتی ہو؟''

شگفتہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

''عنبر بھائی! میں ایک ڈرپوک عورت ہوں۔ میرا بچہ میرے بغیر زندہ نہ رہ سکے گا اس لیے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ میں شرمندہ ہوں۔ اچھا اب نہیں روؤں گی۔''

عنبر بولا:

شاباش اب تم تہہ خانے میں بیٹھو۔ میں اوپر جا کر بادبان کھول کو ان کا رخ بائیں جانب کو کر دوں۔''

شگفتہ تہہ خانے میں ایک لکڑی کے تختے کے اوپر سمٹ کر بیٹھ گئی اور خدا کو یاد کرنے لگی۔ عنبر اوپر چلا گیا۔ بڑی تیز آندھی چل رہی تھی۔ سمندر کی لہریں شاں شاں کرتیں اوپر اٹھ کر کشتی کو ادھر سے ادھر اچھال رہی تھیں۔ بارش زوروں سے ہو رہی تھی۔ کشتی بادبانوں کے بغیر کسی

نامعلوم منزل کی طرف اپنے آپ بڑی تیزی سے اڑی جا رہی تھی۔

عنبر کا خیال تھا کہ وہ بادبانوں کو کھول کر کشتی کے رخ کو دوسری طرف کرنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن جب اس نے ایک ہی بادبان کھولا تو اس میں اس قدر تیزی سے ہوا بھر گئی کہ وہ پھٹ گیا۔ اور اس کے چیتھڑے اڑ کر سمندر میں پھیل گئے۔ یہ حال دوسرے بادبان کا ہوا عنبر تیسرا بادبان کھول ہی رہا تھا کہ ایک زبردست لہر نے کشتی کو ایک طرف لڑھکا دیا۔ تہہ خانے سے شگفتہ کی چیخ کی آواز آئی۔ عنبر نے نیچے جا کر شگفتہ کو اوپر کھینچا اور وہ ایک طرف کو لڑھکی۔

طوفان پورے زوروں پر تھا۔

شگفتہ اور عنبر طوفان سے کیسے نکلے؟

کیا وہ ہندوستان کے ساحل تک پہنچے؟

ناگ اور ماریا کے ساتھ کیوشو میں کیا بیتی؟

عنبر سے ان کی ملاقات کس ملک میں ہوئی؟

یہ سب واقعات آپ اس ناول کی

اگلی یعنی چونتیسویں قسط "آتشی اژدھا" میں پڑھیے۔